Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس مفتی محمد امجد حکیم محمد فیضان غفار الحق

فی شمارہ..............25 روپے
سالانہ.............300 روپے

خط و کتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

قانونی مشیر
الحاج غلام علی فاروق
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728
www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....رؤیتِ ہلال کمیٹی کے فیصلہ کی حیثیت.................مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۳۵، آیت نمبر ۴۵، ۴۶) .. نماز بھاری ہے، مگر خشوع والوں پر نہیں...... // // ۶

درسِ حدیث ....جمعہ کے دن فوت ہونے اور والدین کی قبر کی زیارت...... // // ۱۱

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

ماہِ شعبان: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں ....مولوی طارق محمود ۱۷

یہود پر غضب کے چار اسباب اور ہدایت کا راستہ..........مفتی محمد رضوان ۲۳

پاکی ناپاکی کے مسائل.............................. // // ۳۶

معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام (قسط ۱۰)............ // // ۴۱

اولاد کی تربیت کے آداب (قسط ۵)..................مفتی محمد رضوان ۴۶

مکتوباتِ مسیح الامّت (بنام محمد رضوان) (سولہویں وآخری قسط).........ترتیب وحواشی: مفتی محمد رضوان ۴۷

کیا عالم شرعی احکام سے بری ہے؟................ // // ۵۰

علم کے مینار.........صبر واستقامت کے پیکر..........مولانا محمد امجد حسین ۵۴

تذکرۂ اولیاء: ....تذکار اہلِ بیتِ نبی ﷺ ....امتیاز احمد ۵۹

پیارے بچو! ....بچو! نماز ضرور پڑھا کرو..............حافظ محمد ناصر ۶۴

بزمِ خواتین ....زیب وزینت کی شرعی حیثیت اور حدود (قسط ۴)........مفتی ابوشعیب ۶۷

آپ کے دینی مسائل کا حل.... گاؤں میں جمعہ کی نماز پڑھنے کا شرعی حکم ....ادارہ ۷۲

کیا آپ جانتے ہیں؟............سوالات وجوابات..........ترتیب: مفتی محمد یونس ۸۹

عبرت کدہ ....حضرت ابراہیم علیہ السلام (قسط ۱۳)...........مولوی طارق محمود ۹۱

طب وصحت..........پیچش (DYSENTERIES)..................حکیم محمد فیضان ۹۴

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز...................مولانا محمد امجد حسین ۹۶

اخبارِ عالم ....قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں.................ابرار حسین ستی ۹۸

Is It Possible To Stop The Natural Disaster.............................. // // ۱۰۰

اداریہ　　**بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**　　مفتی محمد رضوان

رؤیتِ ہلال کمیٹی کے فیصلہ کی حیثیت

رمضانُ المبارک کے بابرکت مہینے کی آمدآمد ہے، گزشتہ سال رمضانُ المبارک ۱۴۲۷ھ/2006ء اوراس کے بعد عید الفطر ۱۴۲۷ھ/2006ء کے چاند کے موقع پر ہمارے ملک میں غیر معمولی انتشار وافتراق اور خلفشار سامنے آیا تھا۔

خصوصاً عید الفطر کے چاند کے موقع پر یہ کیفیت زیادہ سنگین ہوگئی تھی، اور پاکستان کے بعض حصوں میں تین دن عیدیں ہوئیں۔

ہمارے ملک میں خاص طور پر صوبہ سرحد والوں کا تقریباً ہر سال ہی ہلال کمیٹی کے ساتھ اختلاف ہوتا ہے، اور ہمیشہ کم از کم ایک دن پہلے کے فرق کے ساتھ رمضان کا آغاز کیا جاتا ہے اور اسی فرق کے ساتھ بعض علاقوں میں عید منائی جاتی ہے؛ اور حیرت اس پر ہے کہ دیگر مہینوں میں یہ اختلاف سامنے نہیں آتا، صرف رمضان اور عید کے مہینوں پر ہی اس صوبہ کے لوگوں کو اختلاف ہوتا ہے، جبکہ باقی تین صوبوں میں اس قسم کی صورتِ حال پیدا نہیں ہوتی، اور عام طور پر ہلال کمیٹی کے فیصلہ کے مطابق بغیر کسی اختلاف وانتشار کے اجتماعی طور پر رمضان کا آغاز واختتام اور عیدین کے معمولات انجام دیے جاتے ہیں۔

ہمارے ملک میں حکومت کی طرف سے پورے ملکِ پاکستان کے لیے مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی قائم ہے۔ اس کی شرعی حیثیت سے ابھی بعض اہلِ علم کو بھی واقفیت نہیں، چہ جائیکہ عوامُ الناس کو واقفیت ہو۔

اس لیے اہلِ علم حضرات کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی شرعی حیثیت طے کر کے اس سے عوامُ الناس کو آگاہ کریں اسی غرض سے مؤرخہ ۲۹/ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۸ھ۔۱۵/ جولائی ۲۰۰۷ء بروز اتوار ادارہ غفران، راولپنڈی میں رؤیتِ ہلال کمیٹی کے فیصلے اور اس کی شرعی حیثیت پر بعض اہلِ علم حضرات کا اجتماعی طور پر غور وفکر کے لیے ایک مختصر اجتماع ہوا، جس میں غور وفکر کے بعد مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی گئی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فقہی اجلاس متعلقہ رؤیت ہلال منعقدہ مورخہ ۲۹/۶/۲۸ھ، 15/7/07ء اتوار

دارالافتاء ادارہ غفران ٹرسٹ میں منعقد ہونے والے اس اجلاس میں یہ بات منقح ہوئی، جس

پر شرکاء کو اتفاق و اطمینان ہے، کہ:

مملکتِ خداداد پاکستان کی موجودہ مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی جو رمضان و عیدین اور دیگر قمری مہینوں کے چاند کے نظر آنے کا فیصلہ کرتی ہے، اس کی حیثیت قضاءِ قاضی کی ہے جو ملک کے باشندگان کے لئے حجتِ شرعیہ ہے، اس لئے اس کے برخلاف باشندگانِ ملک کا انفراداً یا کسی متوازی کمیٹی کے فیصلے کی بنیاد پر چاند کی رؤیت کا عمومی فیصلہ صادر کرنا بالخصوص عید کروا کر روزہ چھڑانا درست نہیں ہے۔

نیز یہ بات بھی واضح ہے کہ زونل کمیٹی کے پاس رؤیت کا فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

(۱)......دستخط

(مولانا) محمد زاہد (صاحب، نائب مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ امدادیہ، فیصل آباد)

(۲)......دستخط

انجینئر (ر) بشیر احمد بگوی (صاحب، ماہرفنِ میراث وفلکیات)

(۳)......دستخط

(مفتی) محمد رضوان (صاحب، مدیر و مفتی ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی)

(۴)......دستخط

(مفتی) محمد انس (صاحب مہریہ کالونی پشاور روڈ، راولپنڈی)

(۵)......دستخط

(مفتی) ریاض محمد (صاحب، دارالافتاء دارالعلوم تعلیم القرآن، راولپنڈی)

(۶)......دستخط

(مفتی) مفتی شکیل احمد غفرلہ الصمد (صاحب، استاذ و مفتی جامعہ محمدیہ، چائنہ چوک، اسلام آباد)

(۷)......دستخط

(مفتی) محمد امجد حسین (صاحب، معین مفتی و استاذ، ادارہ غفران، راولپنڈی)

(۸)......دستخط

(مفتی) محمد یونس (صاحب، معین مفتی و استاذ، ادارہ غفران، راولپنڈی)

(۹)......دستخط

(مولانا) طارق محمود (صاحب، استاذ و رفیق دارالافتاء ادارہ غفران، راولپنڈی)

(۱۰)......دستخط

Idara Ghufran

(مولانا)عبدالسلام(صاحب،استاذادارہ غفران وناظم ماہنامہ التبلیغ،راولپنڈی)

(۱۱)......دستخط

(مولانا)محمد ابرار حسین ستی(صاحب،استاذورفیق دارالافتاء،ادارہ غفران،راولپنڈی)

(۱۲)......دستخط

(مولانا)محمد ناصر(صاحب،استاذورفیق دارالافتاءادارہ غفران،راولپنڈی)

(۱۳)......دستخط

(مولانا)طاہرمحمودقریشی(صاحب،استاذادارہ غفران،راولپنڈی)

(۱۴)......دستخط

(مولانا)امتیازاحمد(صاحب،استاذادارہ غفران،راولپنڈی)

(۱۵)......دستخط

زونل کمیٹی کا کوئی چیئرمین نہیں ہوتا اور کوئی زونل کمیٹی خود چاند کا فیصلہ نہیں کرسکتی،یہی حال ڈسٹرکٹ کمیٹیوں کا ہے۔
شبیراحمدعفی عنہ(کاکاخیل صاحب انجینئرورکن مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان)

Idara Ghufran

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۳۵، آیت نمبر ۴۵، ۴۶) مفتی محمد رضوان

نماز بھاری ہے، مگر خشوع والوں پر نہیں

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ (۴۵) اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (۴۶)

ترجمہ: ''اور بے شک وہ نماز دشوار ہے، مگر خشوع والوں پر (دشوار نہیں) اور خشوع والے وہ لوگ ہیں، جو خیال رکھتے ہیں، اس کا کہ وہ بے شک اپنے ربّ کی طرف واپس جانے والے ہیں'' (ترجمہ ختم)

تفسیر وتشریح

پیچھے صبر اور نماز سے مدد حاصل کرنے کا حکم تھا۔

اور صبر اور خصوصاً نماز کا یہ عمل کیونکہ بعض لوگوں کو دشوار اور مشکل کام محسوس ہوسکتا تھا، اس لیے آگے اس کا جواب ارشاد فرماتے ہیں ہے کہ نماز بے شک دُشوار محسوس ہوتی ہے، لیکن خشوع والوں پر دُشوار نہیں۔ [1]

خشوع دل کے جھکاؤ اور عاجزی کو کہا جاتا ہے، اور خشوع کا اصل مرکز انسان کا دل ہے، اور جب دل میں خشوع ہوتا ہے تو جسم کے ظاہری اعضاء میں بھی اس کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ [2]

لہٰذا جن لوگوں کے دلوں میں خشوع ہوتا ہے، ان پر نماز شاق اور گراں تو کیا ہوتی، ان کے لیے تو نماز آنکھوں کی ٹھنڈک اور دلوں کی فرحت، مسرّت اور خوشی کا باعث ہوتی ہے۔

---

[1] ''انھا'' کی ضمیر کا مرجع بظاہر نماز ہے، اگرچہ اس سے پہلے صبر اور نماز دو چیزوں کا ذکر تھا، مگر خاص نماز کی طرف ضمیر لوٹانے کی وجہ یہ ہے کہ نماز سے زیادہ سابقہ پیش آتا ہے اور نماز زیادہ تر گراں گزرتی ہے، نیز نماز میں صبر کی دوسری انواع بھی داخل ہیں، اور نماز کی شان بہت اعلیٰ ہے۔

ان وجوہات کے پیشِ نظر نماز کی طرف ضمیر کی نسبت ہو رہی ہے۔

والضمير فی قولهٖ (وانها) عائد الی الصلاة نص عليه مجاهد واختاره ابن جرير (ابنِ کثیر)

الضمير للصلاة كما يقتضيه الظاهر وتخصيصها برد ضمير اليها لعظم شانها، واستجماعها ضروبا من الصبر (روح المعانی)

فاعاد الضمير اليها علیٰ ظاهر الكلام لانها اشرف واشق نتائج الصبر (بحر المیط)

[2] والخشوع محلهٗ القلب فاذا خشع خشعت الجوارح كلها مخشوعة اذ هو ملكها (تفسیر قرطبی)

لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید نہیں رکھتے، نماز ایسے لوگوں پر بہت شق اور گراں ہے، یہ لوگ نماز کو صرف مشقت اور محنت کا کام خیال کرتے ہیں (معارف القرآن ادریسی، بتغیر)

اس کے بعد فرمایا کہ خشوع والے وہ لوگ ہیں جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ بے شک اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں اور اس کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ خشوع اُن لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جنہیں ان باتوں کا یقین ہے کہ:

ہمیں مرنے کے بعد قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونا ہے، قیامت کے میدان میں حاضر ہونا ہے، اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے۔

جس شخص کو ان باتوں کا یقین ہوگا، اس کے لیے نیکی کے کام کرنا اور بُرے کام چھوڑنا آسان ہوجائے گا۔ ایسے شخص کو نماز پڑھنا دشوار نہ ہوگا اور ایسا شخص نماز کو قضاء بھی نہیں کرے گا، اور بھونڈے انداز میں بھی نہیں پڑھے گا بلکہ تمام ارکان وآداب کا لحاظ کرکے ادا کرے گا۔

یہ اُن لوگوں کے لیے بہترین نسخہ ہے جن لوگوں کو نماز پڑھنا دُشوار گزرتا ہے (انوارُ البیان، بتغیر) [1]

جدید نفسیات میں محرّکِ عمل یعنی عمل کو حرکت دینے والی دو چیزیں مانی گئی ہیں۔

(۱)......ترغیب (یعنی رغبت اور شوق)

(۲)......ترہیب (یعنی نفرت اور خوف)

”مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ“

میں جزا و اجر کے طور پر ترغیب آ گئی اور

”اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ“

---

[1] لثقيلة الا على الخاشعين الذين يظنون انهم ملاقوا ربهم اى يعلمون انهم محشورون اليه يوم القيامة معروضون عليه وانهم اليه راجعون اى امورهم راجعة الىٰ مشيئته يحكم فيها مايشاء بعدله، فلهٰذا لما أيقنوا بالمعاد والجزاء سهل عليهم فعل الطاعات وترک المنكرات (ابنِ كثير)

الذين يظنون يستيقنون انهم مبعوثون وانهم محاسبون وانهم راجعون الى الله تعالىٰ اى يصدقون بالبعث وجعل رجوعهم بعد الموت الى المحشر رجوعاً اليه (بغوى)

كبيرة على كل احد الا على الخاشعين (روح المعانى)

وانها لكبيرة على كل احد الا على الخاشعين وهم المتواضعون المستكينون وانما لم تشق على الخاشعين لانها منطوية علىٰ اوصاف هم متحلون بها مخشوعهم من القيام والركوع والسجود له والرجاء مماعنده من الثواب (بحر المحيط)

میں سزا اور پکڑ کے طور پر ترہیب آگئی (تفسیرِ ماجدی، بتغیر) [1]

خشوع کی حقیقت

قرآن وسنت میں جہاں خشوع کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کی ترغیب دی گئی ہے اس سے مراد دل کا سکون اور انکساری ہے، جو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے سامنے اپنے حقیر ہونے کے علم سے پیدا ہوتی ہے۔
شرعی زبان میں خشوع کی حقیقت اتنی ہے کہ دل میں ایسا سکون ہو کہ جس کے نتیجے میں غیرُ اللہ کا خیال دل میں اپنے ارادہ سے نہ لائے، اور بدن کے اعضاء میں بھی سکون ہو کہ فضول اور بے کار حرکتیں نہ کرے۔
پھر جب خشوع پیدا ہوجاتا ہے تو اس کے نتیجہ میں انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا آسان ہوجاتا ہے۔
کبھی کبھی خشوع کے آثار جسم پر بھی ظاہر ہونے لگتے ہیں جس کی وجہ سے جسم باادب، متواضع اور شکستہ دل نظر آتا ہے، اگر دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور تواضع نہ ہو تو خواہ وہ ظاہر میں کتنا ہی باادب اور متواضع نظر آئے اس کو خشوع اختیار کرنے والا نہیں جائے گا۔
بلکہ خشوع کے آثار کا قصداً اظہار کرنا بھی پسندیدہ نہیں۔
اپنے قصد واختیار سے خاشعین کی سی صورت بنانا شیطان اور نفس کا دھوکہ ہے، ہاں اگر بے اختیار یہ کیفیت ظاہر ہوجائے تو معذور ہے (معارف القرآن عثمانی، بتغیر)
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ سر جھکائے بیٹھا ہے، تو آپ نے اس سے فرمایا کہ: سر اٹھا کیونکہ خشوع دل میں ہوتا ہے۔

---

[1] بعض عارفین اور صوفیاء فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیت میں ''خاشعین'' سے وہ لوگ مراد ہیں جو نماز پڑھتے وقت یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں۔
جیسا کہ ایک حدیث میں ہے:

ان تعبد اللہ کانک تراہ

تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو، گویا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو

خلاصہ یہ کہ اگر تم اپنے نفس کی اصلاح چاہتے ہو، تو صبر اور نماز کے ذریعے اس بارے میں مدد حاصل کرو، اور اگر تمہارے نفس کو یہ دشوار معلوم ہو تو اس کی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا مراقبہ کیا کرو، اور سوچا کرو کہ ہمارے گناہوں اور نافرمانیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر کتنے احسانات ہوتے رہتے ہیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے کتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔
اس مراقبہ کرنے اور سوچنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا جوش، ہمت اور ولولہ پیدا ہوگا، اور اس جوش اور ولولے سے نفس کی اصلاح آسانی سے ہوجائے گی (معارف القرآن ادریسی، بتغیر)

Iqra Ghufran

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

موٹا پہننے، موٹا کھانے اور سر جھکانے کا نام خشوع نہیں، خشوع تو یہ ہے کہ تم حق کے معاملہ میں شریف ورذیل کے ساتھ یکساں سلوک کرو، اور اللہ تعالیٰ نے جو تم پر فرض کیا ہے اس ادا کرنے میں اللہ کے لئے اپنے دل کو فارغ کرلو‘

حضرت حسن رحمہ اللہ کا ارشاد ہے:

’’حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بات کرتے تو سنا کرتے تھے، جب چلتے تو تیز چلتے، اور جب مارتے تو زور سے مارتے تھے، حالانکہ بلاشبہ وہ خشوع رکھنے والے تھے‘‘ (معارف القرآن عثمانی، بتغیر)

خشوع کے ساتھ خضوع

خشوع کے ساتھ ایک دوسرا لفظ خضوع کا بھی استعمال ہوتا ہے، اور قرآن مجید میں بھی آیا ہے، یہ دونوں لفظ تقریباً ہم معنیٰ ہیں، لیکن خشوع کا تعلق چونکہ دل کے ساتھ ہے، اس لیے خشوع کا لفظ اصل کے اعتبار سے اُس آواز اور نگاہ کی پستی اور ذلت کے لئے بولا جاتا ہے، جو کہ مصنوعی نہ ہو بلکہ دل کے خوف اور تواضع کا نتیجہ ہو، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ (سورۃ طٰہٰ آیت نمبر ۱۰۸) ’’آوازیں پست ہوگئیں‘‘

اور خضوع کا لفظ بدن کی تواضع اور انکساری کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ’’پس ان کی گردنیں اس کے سامنے جھک گئیں‘‘

(معارف القرآن عثمانی، جلد۱، بتغیر) [۱]

نماز میں خشوع کے حکم کی فقہی حیثیت

نماز میں خشوع کی تاکید قرآن وسنت میں بار بار آئی ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اَقِمِ الصَّلاةَ لِذِكْرِیْ ’’اور نماز قائم کر مجھے یاد کرنے کے لئے‘‘

اور ظاہر ہے غفلت یاد کرنے کی ضد ہے، جو نماز میں اللہ تعالیٰ سے غافل ہے وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا فریضہ ادا نہیں کر رہا، ایک اور آیت میں ارشاد ہے:

---

[۱] والخشوع قريب من الخضوع الا ان الخضوع فى البدن والخشوع فى القلب والبدن والبصر والصوت (تفسير البغوى، تحت سورة مؤمنون)

Iqra Ghufran

وَلَاتَکُنْ مِّنَ الْغَافِلِیْنَ ''اورتو غافلوں میں سے نہ ہو''

حضور علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''نماز تو صرف تمسکن اورتواضع ہی ہے''

جس کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ جب مسکنت اورتواضع دل میں نہ ہوتو وہ نماز نہیں۔

ایک اورحدیث میں ہے کہ:

''جس کی نماز اسے بے حیائی اور برائیوں سے نہ روک سکے وہ اللہ سے دور ہی ہوتا جاتا ہے''

اورغافل کی نماز بے حیائی اور برائیوں سے نہیں روکتی ،تو معلوم ہوا کہ غفلت کے ساتھ نماز پڑھنے والا اللہ سے دور ہی ہوتا جاتا ہے (معارف القرآن عثمانی،جلد۱،بتغیر)

امام غزالی ،قرطبی اور بعض دوسرے حضرات نے فرمایا کہ نماز میں خشوع فرض ہے،اگر پوری نماز خشوع کے بغیر گزرجائے تو نماز ادا ہی نہ ہوگی۔اوردوسرے حضرات نے فرمایا کہ اس میں شبہ نہیں کہ خشوع نماز کی روح ہے،اس کے بغیر نماز بے جان ہے،مگراس کونماز کے رُکن کی حیثیت نہیں دی جاسکتی،اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ خشوع نہ ہوتو نماز ہی ادانہ ہو،اوراس کولوٹانا فرض قرار دیا جائے (معارف القرآن عثمانی،جلد۶،بتغیر)

چاروں فقہ کے ائمہ حضرات اور جمہور فقہاء نے خشوع کونماز کی شرط قرار نہیں دیا بلکہ خشوع کونماز کی روح قرار دینے کے باوجود صرف اتنی شرط ضروری قرار دی ہے کہ تکبیرِ تحریمہ کے وقت دل کوحاضر کر کے اللہ تعالیٰ کے لئے نماز کی نیت کرے،باقی نماز میں اگرخشوع حاصل نہ ہوتو اگرچہ اتنی نماز کا ثواب اسے نہیں ملے گا جتنے میں خشوع نہیں رہا،لیکن فقہ کی رُو سے وہ نماز چھوڑنے والا نہیں کہلائے گا،اورنہ ہی اس پر تعزیر وغیرہ کے وہ احکام لاگو ہونگے جونماز چھوڑنے والے پر لاگو ہوتے ہیں۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے اس کی یہ وجہ بیان فرمائی ہے کہ فقہاء باطنی احوال اور قلبی کیفیات پر حکم نہیں لگاتے بلکہ فقہاء صرف اعضائے ظاہرہ کے اعمال پر ظاہری احکام بیان کرتے ہیں،اور یہ بات کہ فلاں عمل کا ثواب آخرت میں ملے گا یانہیں یہ فقہ کی حدود سے خارج ہے،توچونکہ باطنی کیفیات پر حکم لگانا ان کی بحث سے خارج ہے،اورخشوع ایک باطنی کیفیت کا نام ہے،اس لئے فقہاء نے خشوع کو پوری نماز کی شرط قرار نہیں دیا، بلکہ خشوع کے ادنیٰ درجے کوشرط قرار دیا ہے،اوروہ ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ کم ازکم تکبیرِ تحریمہ کے وقت صرف اللہ کی عبادت وتعظیم کی نیت کرلے (معارف القرآن عثمانی،جلد۱،بتغیر)

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

جمعہ کے دن فوت ہونے اور والدین کی قبر کی زیارت

جمعہ کے دن یا رات میں فوت ہونے والے کی فضیلت

جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کے بہت سے فضائل احادیث وروایات میں آئے ہیں۔

ان میں سے ایک فضیلت یہ ہے کہ جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں فوت ہوجاتا ہے وہ قبر کے عذاب سے محفوظ ہوجاتا ہے۔

بعض احادیث وروایات میں یہ مضمون آیا ہے۔

ان میں سے چند احادیث وروایات نقل کی جاتی ہیں۔

(۱)......حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَّمُوْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوْلَيْلَةَ الْجُمُعَةِ اِلَّاوَقَاهُ اللهُ تَعَالٰى فِتْنَةَ الْقَبْرِ (ترمذی ج ۱ ص ۲۰۵ باب ما جاء فی من یموت یوم الجمعة، مسند احمد ج۲ ص ۱۶۹، مشکوة ص ۱۲۱ قال السیوطی حسن، الجامع الصغیر ج ۵ باب حرف المیم حدیث نمبر ۸۱۰۸) [۱]

ترجمہ: ’’جو کوئی مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی شب مرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے قبر کے فتنہ سے محفوظ فرمادیتے ہیں‘‘ (ترجمہ ختم)

(۲)......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[۱] قال المناوی:

رواہ مسند احمد وترمذی من حدیث ربیعة بن یوسف عن ابن عمرو بن العاص قال الترمذی غریب ولیس بمتصل ولایعرف لربیعة سماعا من ابن عمرو. اہ .لکن وصلہ الطبرانی فرواہ من حدیث ربیعة بن عیاض عن عقبة بن ابن عمرو فذکرہ وھکذااخرجہ ابویعلیٰ والحکیم الترمذی متصلا وخرجہ ابونعیم متصلا من حدیث جابر فلو عزاہ المولف لھؤلاء کان اجود ومع ذالک ضعفہ المنذری (فیض القدیر ج ۵ ص ۴۰۳)

Idara Ghufran

مَنْ مَاتَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وُقِيَ عَذَابُ الْقَبْرِ (مسند ابی یعلی الموصلی، باب مَنْ مَاتَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ومسند حمید عن عمرو بن العاص باضافة لیلة الجمعة)

ترجمہ: ''جو شخص جمعہ کے دن فوت ہوگیا، وہ قبر کے عذاب سے بچالیا گیا'' (ترجمہ ختم)

(۳)......حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ مَّاتَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ اُجِيْرَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ جَآءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلَيْهِ طَابِعُ الشُّهَدَآءِ (کنزالعمال ج۷ رقم حدیث ۲۱۰۸۴ و رقم حدیث ۲۱۰۸۴ بحوالہ ابو نعیم فی الحلیة مرقاة ج۳ ص ۲۴۲، شرح الصدور ص: ۲۰۹)

ترجمہ: ''جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں فوت ہوجاتا ہے اسے قبر کے عذاب سے پناہ دے دی جاتی ہے اور وہ قیامت کے دن اس حال میں آئیگا کہ اس پر شہیدوں کی مہر موجود ہوگی'' (ترجمہ ختم)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ کسی خوش قسمت مسلمان کا جمعہ کے روز یا جمعہ کی رات میں انتقال کرنا درحقیقت اس کی سعادت اور آخرت کی بھلائی کی دلیل ہے کیونکہ جمعہ کی مقدس ساعتوں میں انتقال کرنے والا شخص اللہ تعالیٰ کی بے پناہ رحمتوں اور اس کی نعمتوں سے نوازا جاتا ہے۔

بعض علمائے کرام نے مندرجہ بالا احادیث کی شرح میں فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن اگر کافر مرجائے تو اسے صرف جمعہ کے دن قبر کا عذاب نہیں ہوتا، اس کے بعد شروع ہوجاتا ہے۔ [1]

---

[1] اس حدیث کی شرح میں امام مناوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لان من مات يومها او ليلتها فقد انكشف له الغطاء لان يومها لاتسجر فيه جهنم وتغلق ابوابها ولايعمل سلطان النار مايعمل فى سائر الايام فاذا قبض فيه عبد كان دليلاً لسعادته وحسن مأبه لان يوم الجمعة هو اليوم الذى تقوم فيه الساعة فيميز الله بين احبابه واعدائه ويومهم الذى يدعوهم الى زيارته فى دارعدن وماقبض مؤمن فى هذا ليوم الذى افيض فيه من عظائم الرحمة مالايحصى الا لكتبه له السعادة والسيادة فلذالک يقيه فتنة القبر (فيض القدير ج ۵ ص ۴۰۳)

اور ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال القرطبى هٰذه الاحاديث اى التى تدل علىٰ نفى سؤال القبر، لا تعارض احاديث السؤال السابقة اى لا تعارضها بل تخصها و تبين من لا يسئل فى قبره و لا يفتن فيه ممن يجرى عليه السؤال و يقاسى تلك الاهوال وهٰذا كلهٗ ليس فيه مدخل للقياس و لا مجال للنظر فيه وانما فيه التسليم والانقياد لقول الصادق المصدوق .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن تو فاسق وفاجر، سودخور، شرابی اور بدکار بھی مرتے ہیں تو کیا ان سے بھی قبر وبرزخ کا عذاب اٹھالیا جاتا ہے؟ اس کے علماء نے کئی جوابات دیئے ہیں:

(۱)...... دوسری احادیث کے پیشِ نظر اس جگہ کبیرہ گناہوں سے بچنے کی قید لگائی جائے گی اور مطلب یہ ہوگا کہ وہ شخص کبیرہ گناہوں سے بھی بچا ہو یا مرنے سے پہلے ان گناہوں سے سچی توبہ کرلی ہو۔

(۲)...... بعض گناہ گار جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا بلاحساب بھی جنت میں جائیں گے، جن کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ سعادت عطا کی جانی ہوگی، جمعہ کے دن انہی کی موت واقع ہوتی ہے۔

(۳)...... جمعہ کے دن میں موت سے صرف قبر کا عذاب معاف ہے، آخرت کا عذاب معاف نہیں۔

اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن فوت ہوگا اس سے قبر وبرزخ کا عذاب معاف ہوگا، اس کے بعد آخرت کا عذاب معاف نہیں ہوگا۔

البتہ اگر دوسرے نیک اعمال کا ذخیرہ اس کے پاس موجود ہے تو پھر بعد کے عذاب سے بھی اللہ تعالیٰ محفوظ فرمادیں گے (کذافی احسن الفتاویٰ ج۴ص۲۰۹)

یہاں یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ آج کل بہت سے لوگ کفریہ اور شرکیہ حرکات (مثلاً کسی شریعت کے قطعی اور حتمی حکم کا انکار کرنا، یا شریعت کے کسی حکم کی توہین کرنا یا کسی قطعی حرام چیز کو حلال سمجھنا وغیرہ) کے مرتکب ہوکر دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتے ہیں، اگر وہ اسی حال میں فوت ہوجائیں تو ان کو ہمیشہ کے لئے برزخ کے عذاب سے نجات نہیں ہوتی، کیونکہ یہ وعدہ مسلمان کے لیے ہے، کافر یا مرتد کے لیے نہیں۔ [1]

﴿گذشتہ صفحے کا باقی حاشیہ﴾

قال الحکیم الترمذی و من مات یوم الجمعة فقد انکشف له الغطاء عمالهٗ عند الله لان یوم الجمعة لاتسجر فیه جهنم وتغلق ابوابها ولایعمل سلطان النار فیه مایعمل فی سائرالایام فاذا قبض الله عبداً من عبیدهٖ فوافق قبضهٗ یوم الجمعة کان ذالک دلیلاً لسعادته وحسن مأبه وانه لایقبض فی هٰذا الیوم الا من کتب له السعادة عنده فذالک یقیه فتنة القبر لان سببها انما هو تمییز المنافق من المؤمن (مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح ج۳ ص ۲۴۲، باب الجمعة، الفصل الثالث)

[1] یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہ فضیلت جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں فوت ہوجانے پر ہے، دفن پر نہیں، لہٰذا اگر کوئی جمعہ سے پہلے مثلاً جمعرات کے دن فوت ہوا لیکن دفن جمعہ کے دن کیا گیا تو اس کے حق میں یہ فضیلت ثابت نہیں ہوگی (خیر الفتاویٰ ج۳ص۲۴۷، ۲۴۸)

البتہ اس کے برعکس بعض حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ قبر کا عذاب چونکہ دفن کے بعد شروع ہوتا ہے اور مسلم میت پر شبِ جمعہ سے حشر تک عذاب مرتفع ہوجاتا ہے اس لیے ایسا شخص قبر کے عذاب سے محفوظ رہے گا (احسن الفتاویٰ ج۴ص۲۰۹)

امام مناوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جمعہ کے دن والدین کی قبر پر جانے کی فضیلت

ویسے تو مَرد حضرات کو قبرستان میں بدعات سے بچتے ہوئے کسی وقت بھی چلے جانا مستحب عمل ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فاتفقت نصوص الشافعی والاصحاب علیٰ انہٗ یستحب للرجال زیارۃ القبور وھو قول العامۃ کافۃً نقل العبدری فیہ اجماع المسلمین ودلیلہٗ مع الاجماع الاحادیث الصحیحۃ المشھورۃ (المجموع شرح المھذب جلد۵ ،زیارۃ القبور للرجال)

ترجمہ: ''امام شافعی اور ان کے اصحاب کی نصوص اس بات پر متفق ہیں کہ مَرد حضرات کو زیارتِ قبور مستحب ہے، اور سب علماء کا یہی قول ہے؛ عبدری نے اس بارے میں مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے اور اس کی دلیل اجماع کے ساتھ صحیح اور مشہور احادیث ہیں'' (ترجمہ ختم)

قبروں پر جانے کا مقصود صرف ایصالِ ثواب کرنا ہی نہیں ہے، کیونکہ ایصالِ ثواب تو ہر جگہ سے کیا جا سکتا ہے، عام مؤمنین کی قبروں پر جانے سے مقصود عبرت حاصل کرنا اور موت کو یاد کرنا اور رشتہ دار واقرباء (جن میں سب سے بڑا رشتہ والدین کا ہے) کی قبروں پر جانے سے مقصود عبرت کے ساتھ ساتھ ان کے حق کی ادائیگی بھی ہے (کذافی امداد المفتین صفحہ ۱۶۶، کتاب السنۃ والبدعۃ) [۱]

﴿گذشتہ صفحے کا باقی حاشیہ﴾

وفی روض الریاحین : بلغنا ان الموتیٰ لایعذبون لیلۃ الجمعۃ تشریفا للوقت،قال ویحتمل اختصاص ذالک بعصاتنا دون الکفار وعمم النفی فی بحر الکلام فقال الکافر یرفع عنہ العذاب یوم الجمعۃ ولیلتھا وجمیع رمضان واما المسلم العاصی فیعذب فی قبرہ لکن ینقطع عنہ یوم الجمعۃ ولیلتھا ثم لایعود الیہ الی یوم القیامۃ وأن مات یوم الجمعۃ او لیلتھا یکون لہ عذاب ساعۃ واحدۃ وضغطۃ القبر کذالک ثم ینقطع عنہ العذاب ولا یعود الی یوم القیامۃ اہ .

قال السیوطی وھذا یدل علی ان عصاۃ المسلمین لایعذبون سوی جمعۃ واحدۃ اودونھا فاذاوصلوا الی یوم الجمعۃ انقطع ثم لایعود ویحتاج لدلیل (فیض القدیر ج ۴ حرف العین)

اور ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

من مات یوم الجمعۃ (ای مومنا) وقی (ای حفظ) عذاب القبر(ای مطلقاً اوشدتہ اوبخصوصہ اوکل یوم جمعۃ) (شرح مسند ابی حنیفہ ملاعلی قاری)

[۱] قال السبکی والزیارۃ لاداء الحق کزیارۃ قبر الوالدین ،یسن شد الرحل الیھا تأدیۃ لھٰذا الحق (فیض القدیر للمناوی جلد۶ صفحہ ۱۸۳)

پھر بعض فقہاء نے ہر ہفتہ اور خصوصیت کے ساتھ جمعہ کے دن قبرستان جانے کو افضل قرار دیا ہے۔ [۱]

اور جب والدین کی قبر پر جانے سے مقصود ان کے حق کی ادائیگی بھی ہے اور جمعہ کا دن قبر پر جانے کے لئے افضل دن ہے تو اسی مناسبت سے بعض روایات میں جمعہ کے دن کی ایک فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس دن جو شخص اپنے والدین یا اُن میں سے کسی ایک کی قبر پر جائے تو یہ جانے والے اور اُس کے والدین کے (صغیرہ) گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بن جاتا ہے؛ اور جو اولاد اس کا اہتمام کرے، اُس کو والدین کی فرمانبردار اولادوں میں شامل ہونے کی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَیْهِ اَوْ اَحَدَهُمَا فِیْ کُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَ لَهٗ وَ کُتِبَ بَرًّا (مجمع الزوائد ج ۳ رقم حدیث ۴۳۱۲ بحواله طبرانی فی الاوسط والصغیر وفيه عبدالكريم ابو امية وهو ضعيف، ورواه البيهقيى فى شعب الايمان بسند آخر) [۲]

ترجمہ: ''جو ہر جمعہ کے دن اپنے والدین میں سے دونوں یا اُن میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی تو اس کے (صغیرہ) گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں، اور وہ فرمانبردار لکھا جاتا ہے''

(ترجمہ ختم)

فائدہ: اور ظاہر ہے کہ جب قبر پر جانے والی اولاد کے گناہ معاف ہوتے ہیں تو صاحبِ قبر کے بدرجۂ اولیٰ معاف ہوتے ہیں (کذافی فیض القدیر للمناوی) [۳]

---

[۱] فتحصل ان یوم الجمعة افضل (رد المحتار جلد۲ مطلب فی زیارة القبور)

[۲] (جامع صغیر ج ۲ رقم حدیث ۸۷۱۸ بحواله حکیم عن ابی هريرة ،تصحيح السيوطی ضعيف وكنزالعمال ج ۱۶ رقم حديث ۴۵۴۸۷ ودرِ منثور عن ابن ابی الدنيا والبيهقی عن محمد بن النعمان)

[۳] ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ جس نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی جمعہ کی دن زیارت کی اور قبر کے پاس سورہ یٰسین پڑھی، اس کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے (سورۂ یٰسین ویسے بھی مُردوں پر پڑھنے کا حکم ہے)
مگر محدثین نے اس روایت کو بے اصل قرار دیا ہے۔

وہ روایت یہ ہے:

مَنْ زَارَ قَبْرَ وَالِدَیْهِ اَوْ اَحَدَهُمَا یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَرَءَ عِنْدَهٗ یٰس غُفِرَ لَهٗ (الجامع الصغير للسيوطی ج ۲ رقم حديث ۸۷۱۷. بحواله ابن عدی فی الكامل عن ابی بكر: تصحيح السيوطی ضعيف)

اور کنزالعمال میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ نقل کی گئی ہے:

مَنْ زَارَ قَبْرَ وَالِدَیْهِ اَوْ اَحَدَهُمَا فِیْ کُلِّ یَوْمِ جُمُعَةٍ فَقَرَءَ عِنْدَهٗ یٰس غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ بِعَدَدِ کُلِّ حَرْفٍ مِّنْهَا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اگر کسی کو خاص جمعہ کے دن قبر پر جانے کا موقع نہ ہو تو دوسرے کسی دن بھی جا سکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

یہاں یہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ خواتین کو قبرستان جانا منع ہے، اس لئے انہیں اپنے مقام پر رہتے ہوئے ہی اپنے والدین اور دوسرے اقرباء اور مرحوم مسلمانوں کے لئے ایصالِ ثواب و دعائے مغفرت کرنی چاہئے، ان کو اپنے مقام پر باپردہ رہتے ہوئے یہ عمل کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

﴿گذشتہ صفحے کا باقی حاشیہ﴾

(کنز العمال ج ۱۶ رقم حدیث ۴۵۵۴۳ بحواله ابن عدی فی الکامل والخلیل وابو الفتوح عبدالوهاب بن اسماعیل الصیرفی فی الاربعین وابوالشیخ والدیلمی وابن النجار والرافعی عن عائشة عن ابی بکر)

قال ابن عدی هذا بهذاالاسناد باطل و کان عمر یتهم بالوضع قلت له شاهد (اللالی المصنوعه ج ۲، کتاب الموت والقبور)

ومن ثم اتجه حکم ابن الجوزه علیه بالوضع وتعقبه المصنف بان له شاهداً وهو الحدیث الثانی بهذا وذالک غیر صواب لتصریحهم حتی هو بان الشواهد لااثرلها فی الموضوع بل فی الضعیف ونحوه (فیض القدیر للمناوی ج۶ ص ۱۸۲)

(غفر له)ذنوبه والظاهر المنقاس ان المراد الصغائر وزاد فی روایته وکتب برابوالدیه ای کان براعنهما غیر عاق مضیع حقهما فعدل عنه الی قوله کتب لمزید الاثبات وانه من الراسخین فیه مثبت فی دیوان الابرار......

وتخصیص یوم الجمعة بالذکر اما ان یکون اتفاقیا ان کانت المغفرة لقراء ۃ یٰس سواء قرء ت علی القبر فی یوم جمعةاوغیرها واما ان یکون قصدیاان کان سبب المغفرة قراء ۃ یٰسین علی القبر فی یوم الجمعة دون غیرها .

لایقال قصدالزائربقراء تها علی قبرهما نفع والدیه ومغفرتهما ،والحدیث انما دل علی المغفرة للزائر فقط لانا نقول الزائر انما غفرله لکونه سببا لحصول المغفرة بهما فدل علی مغفرتهما بالاولیٰ.

وظاهرالحدیث ان حصول المغفرة والکتابة برا وان لم یقرأ یٰسین فاما ان یحمل اطلاقه علی الحدیث الاول او یقال انما یقاسیه الزائر من نصب ادامة الزیارة کل جمعة یوجب المغفرة والکتابة وان لم یقرأ یٰسین والفضل للمتقدم(فیض القدی ، ج۶،تابع حرف المیم،حدیث نمبر۸۷۱۷)

بسلسلہ : تاریخی معلومات مولوی طارق محمود

ماہِ شعبان: تیسری نصف صدی کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

□......**ماہِ شعبان ۲۵۵ھ**: میں حضرت ابوزھیر محمد بن عبدالرحیم ابویحییٰ البزار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ''صاعقہ'' کے نام سے مشہور تھے کیونکہ آپ کا حافظہ بہت اچھا تھا (صاعقہ بمعنیٰ بجلی کوندنا، گویا کہ بجلی کوندنے کی سی تیزی سے ذہن میں علم کی روشنی کوند جاتی تھی) ۱۸۵ھ میں ولادت ہوئی، آپ نے حدیث میں عبداللہ بن موسیٰ، عبدالوھاب بن عطا، اسود بن عامر اور قبیصۃ رحمھم اللہ کی شاگردی اختیار کی، امام بخاری رحمہ اللہ نے آپ سے اپنی صحیح البخاری میں بھی روایتیں نقل کی ہیں، ۷۰ سال کی عمر میں وفات ہوئی (المنتظم ج۳ص ۴۴۴، سیر اعلام النبلاء ج۱۲ص ۲۹۶، طبقات الحفاظ ج۱ص ۲۵۱)

□......**ماہِ شعبان ۲۵۵ھ**: میں حضرت ابومسعود احمد بن الفرات الضبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ اصبھان میں رہتے تھے، طلبِ علم کے لئے شام، عراق، حجاز اور یمن کا سفر کیا اور اپنے وقت کے بڑے بڑے اکابر سے علم حاصل کیا، عبداللہ بن نمیر، ابواسامہ، حسین بن علی الجعفی، ابوداؤ دالحفری، یزید بن ھارون اور ابوداؤ دالطیالسی رحمھم اللہ جیسے حضرات آپ کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں، ابوداؤ د، ابوبکر بن ابی عاصم، محمد بن یحییٰ، جعفر الفریابی اور محمد بن الحسن رحمھم اللہ آپ کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں، ۸۰ سال کی عمر میں وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۲ص ۴۸۸)

□......**ماہِ شعبان ۲۵۶ھ**: میں حضرت ابواحمد ایوب بن نصر بن موسیٰ العصفری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ مصر کے رہنے والے تھے (المنتظم حتی ۲۵۷ھ ج۱۲ص ۱۰۱)

□......**ماہِ شعبان ۲۵۷ھ**: میں حضرت ابومسعود احمد بن الفرات الرازی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ نے حدیث کی سماعت ابواسامہ رحمہ اللہ اور ان کے طبقہ سے کی، اصبھان میں وفات ہوئی (العبر فی خبر من غبر ج۲ص ۲۲)

□......**ماہِ شعبان ۲۵۹ھ**: میں حضرت ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن النبوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ نے اسماعیل بن علیۃ اور وکیع بن الجراح رحمھما اللہ سے حدیث کی سماعت کی، علمِ اصولِ حدیث میں آپ کو ''صدوق'' اور ''ثقہ'' کا مقام حاصل تھا (المنتظم من ۲۵۷ھ ج۵ص ۱۹)

□......**ماہِ شعبان ۲۶۰ھ**: میں حضرت شیخ الفقہاء والمحدثین ابوعلی حسن بن محمد بن الصباح البغدادی

الزعفرانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص۶۵)سفیان بن عیینۃ ،ابومعاویہ الضریر،اسماعیل بن علیۃ،عبیدۃ بن حمید اور وکیع بن الجراح رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی،امام بخاری،ابوداؤد،ترمذی، نسائی،القزوینی،زکریا الساجی اور ابنِ خزیمہ رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں،بغداد میں وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۲ص۲۶۴)

□......**ماہِ شعبان ۲۶۱ھ**: میں حضرت ابوعلی حسین بن نصر بن معارک البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،آپ مصر میں کے رہنے والے تھے،آپ کے اساتذہ میں یزید بن ھارون،اسحاق بن سلیمان الرازی،شبابہ اور فدیک بن سلیمان رحمہم اللہ سرِ فہرست ہیں،ابنِ خزیمہ،الدولابی،ابنِ ابی حاتم اور طحاوی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں،مصر میں آپ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۲ص۳۷۷،المنتظم من ۲۵۷ھ ج۵ص۲۸)

□......**ماہِ شعبان ۲۶۱ھ**: میں حضرت علی بن حسین بن ابراہیم رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،آپ ''ابنِ اشکاب'' کے نام سے معروف تھے،اسماعیل بن علیۃ اور ابومعاویہ رحمہما اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی،آپ سے ابوداؤد اور ابنِ صاعد رحمہما اللہ حدیث روایت کرتے ہیں(المنتظم من ۲۵۷ھ ج۵ص۳۰)

□......**ماہِ شعبان ۲۶۳ھ**: میں حضرت ابوالطیب طلحہ بن خالد بن فزار الغسانی الایلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،اپنے والد خالد بن فزار اور آدم بن ابی ایاس رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں،آپ سے ابن صاعد اور الکوکبی رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں،حدیث روایت کرنے کے معاملہ میں آپ کا شمار''ثقہ اور صدوق'' حضرات میں ہوتا تھا(المنتظم من ۲۵۷ھ ج۵ص۴۵)

□......**ماہِ شعبان ۲۶۷ھ**: میں حضرت ابوالقاسم بکر بن ادریس الحجاج بن ھارون رحمہ اللہ کی وفات ہوئی،ابوعبدالرحمٰن المقری اور آدم بن ابی ایاس رحمہما اللہ آپ کے اساتذہ ہیں،محدث ہونے کے ساتھ آپ فقیہ بھی تھے(المنتظم من ۲۵۷ھ ج۵ص۶۰)

□......**ماہِ شعبان ۲۶۷ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ بحرین بن نصر الخولانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، عبداللہ بن وھب،ضمرۃ بن ربیعہ،ایوب بن سوید،بشر بن بکر اور محمد بن ادریس شافعی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی،ابوجعفر طحاوی،ابنِ خزیمہ،ابنِ الزیاد النیشاپوری،ابوعوانۃ،ابنِ جوصا اور ابنِ ابی حاتم رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں،۱۷۴ھ میں ولادت ہوئی(سیر اعلام النبلاء ج۱۲ص۵۰۲)

□...... **ماہِ شعبان ۲۶۹ھ:** میں حضرت ابوجعفر محمد بن الخلیل عیسیٰ المخرمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ نے حدیث کی سماعت عبیداللہ بن موسیٰ، روح بن عبادۃ، اور حجاج بن محمد رحمہم اللہ سے کی، قاضی وکیع اور محمد بن مخلد رحمہما اللہ آپ کے شاگرد ہیں، بہترین لوگوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا (المنتظم من ۲۵۷ھ ج۵ ص۶۹)

□...... **ماہِ شعبان ۲۷۰ھ:** میں حضرت ابوالنضر اسماعیل بن عبداللہ بن میمون بن عبدالحمید العجلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کے اساتذہ کی تعداد بے شمار ہے، آپ مشہور شخصیت نوح بن میمون رحمہ اللہ کے چچازاد بھائی تھے، آپ سے محمد بن مخلد الدوری اور ابوحسین بن المنادی رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں، ۸۴ سال کی عمر میں وفات ہوئی (المنتظم من ۲۵۷ھ ج۵ ص۷۴)

□...... **ماہِ شعبان ۲۷۰ھ:** میں حضرت ابومحمد الربیع بن سلیمان بن عبدالجبار بن کامل رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ امام شافعی رحمہ اللہ کے ساتھی تھے، آپ فقیہ بھی تھے، عبداللہ بن وھب رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، آپ کی جنازہ خمارویہ بن احمد بن طولون نے پڑھائی (المنتظم من ۲۵۷ھ ج۵ ص۷۷)

□...... **ماہِ شعبان ۲۷۰ھ:** میں حضرت ابواسحاق ابراھیم بن ابوداؤد البرلسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کے اساتذہ آدم بن ابی ایاس، سعید بن ابی مریم اور ابومسہر الدمشقی رحمہم اللہ ہیں، امام طحاوی، ابنِ صاعد، ابنِ جوصا اور محمد بن یوسف الھروی رحمہم اللہ آپ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں (سیر اعلام النبلاء ج۱۲ ص۶۱۳)

□...... **ماہِ شعبان ۲۷۲ھ:** میں حضرت ابوالحسن علی بن عبدالرحمٰن بن محمد بن المغیرہ المخزومی الھروی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: آدم بن ابی ایاس، خلاد بن یحییٰ، سعید بن ابی مریم اور عبداللہ بن یوسف التنیسی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: ابوجعفر طحاوی، زکریا، ابوعلی بن حبیب الحصائری اور ابوبکر بن زیاد رحمہم اللہ (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص۱۴۱)

□...... **ماہِ شعبان ۲۷۲ھ:** میں حضرت ابوداؤد سلیمان بن سیف بن یحییٰ بن درہم الحرانی الطائی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، یزید بن ھارون، جعفر بن عون، سعید بن عامر اور بکر بن عبداللہ السھمی رحمہم اللہ سے حدیث کی روایت کی، ابوعروبۃ، ابوعوانۃ، مکحول اور ابونعیم بن عدی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی روایت کی (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص۱۴۷)

□...... **ماہِ شعبان ۲۷۲ھ:** میں حضرت ابواسحاق ابراھیم بن سلیمان بن داؤد الاسدی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابنِ ابوداؤد البرلسی کے نام سے مشہور تھے، مصر میں وفات ہوئی (المنتظم من ۲۵۷ھ ج۵ ص۸۵)

Idara Ghufran

❏...... **ماہِ شعبان ۲۷۲ھ:** میں حضرت احمد بن عبدالجبار العطاردی الکوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ نے حدیث کی سماعت ابوبکر بن عیاش اور عبداللہ بن ادریس رحمہما اللہ سے کی، ابنِ ابی الدنیا، یحییٰ بن صاعد، اور ابوبکر بن ابی داؤد رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ابنِ حبان رحمہ اللہ نے آپ کو حدیث کے معاملے میں ثقہ قرار دیا ہے، آپ کی ولادت ۱۷۷ھ میں ہوئی، بغداد میں وفات ہوئی (العبر فی خبر من غبر ج ۲ ص ۵۵، سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۵۷، شذرات الذھب ج ۱ ص ۱۶۲)

❏...... **ماہِ شعبان ۲۷۲ھ:** میں حضرت ابوداؤد سلیمان بن سیف رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ نے حدیث کی سماعت یزید بن ھارون رحمہ اللہ اور ان کے طبقہ سے کی (العبر فی خبر من غبر ج ۲ ص ۵۶)

❏...... **ماہِ شعبان ۲۷۷ھ:** میں امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کا پورا نام محمد بن ادریس الحنظلی الرازی تھا، آپ کا حافظہ بہت اچھا تھا، اور طلبِ علم کے لئے بہت زیادہ سفر کئے، آپ نے حدیث کی سماعت محمد بن عبداللہ انصاری اور ابومسہر رحمہ اللہ کے علاوہ بے شمار حضرات سے کی (العبر فی خبر من غبر ج ۲ ص ۶۴، سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۲۶۲، المنتظم من ۲۵۷ھ ج ۵ ص ۱۰۸، شذرات الذھب ج ۱ ص ۱۷۱)

❏...... **ماہِ شعبان ۲۷۷ھ:** میں حضرت جعفر بن محمد عبداللہ بن یزید المنادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کے اساتذہ میں عاصم بن علی، احمد بن حنبل اور ابنِ ابی شیبہ رحمہما اللہ سرِ فہرست ہیں، ابوالحسین رحمہ اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں، ہفتہ کے دن ظہر عصر کے درمیان وفات ہوئی (المنتظم من ۲۵۷ھ ج ۵ ص ۱۰۶)

❏...... **ماہِ شعبان ۲۷۷ھ:** میں حضرت ابوجعفر محمد بن سعدان البزاز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ حدیث ابوجعفر النفیلی، فیض بن وثیق رحمہما اللہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں (المنتظم من ۲۵۷ھ ج ۵ ص ۱۰۹)

❏...... **ماہِ شعبان ۲۷۸ھ:** میں حضرت ابومحمد الحسن بن علی بن مالک بن اشرس بن عبداللہ الاشنانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ سے ابنِ مخلد رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں، ابوبکر بن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی (المنتظم من ۲۵۷ھ ج ۵ ص ۱۲۰)

❏...... **ماہِ شعبان ۲۷۸ھ:** میں حضرت ابویحییٰ عبدالکریم بن الھیثم بن زیاد بن عمران رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، ابونعیم، ابوالیمان الحمصی، ابوبکر الحمیدی اور مسلم بن ابراہیم رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، موسیٰ بن ھارون، یحییٰ بن صاعد، عثمان بن السماک اور احمد بن کامل رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۳۳۶، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۲۷۲)

❐......**ماہِ شعبان ۲۸۱ھ**: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن الحسین الکسائی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابنِ دیزل کے نام سے مشہور تھے (طبقات الحفاظ ج۱ص۲۷۴)

❐......**ماہِ شعبان ۲۸۲ھ**: میں حضرت ابویعقوب اسماعیل بن محمد بن ابی کثیر الفارسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بغداد میں رہتے تھے، حضرت قتیبہ اور ابنِ راھویہ رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں، آپ سے ابوبکر الشافعی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں، حدیث کے معاملہ میں ثقہ اور صدوق تھے (المنتظم من ۲۵۷ھ ج۵ص۱۵۳)

❐......**ماہِ شعبان ۲۸۲ھ**: میں حضرت ابوعلی الحسین بن الفضل البجلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ لغت اور حدیث کے امام شمار کئے جاتے تھے، یزید بن ھارون، عبداللہ بن بکر السھمی، حسن بن قتیبہ المدائنی، شبابۃ بن سوار اور ابوالنضر ھاشم بن قاسم رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ شمار ہوتے ہیں، ابوالطیب محمد بن عبداللہ بن مبارک، محمد بن صالح بن ھانئ اور محمد بن القاسم العتکی رحمہم اللہ آپ کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں، دن اور رات میں آپ چھ سو رکعت نفل پڑھتے تھے، ۱۰۴ سال کی عمر میں وفات ہوئی، محمد بن النضر الجارودی رحمہ اللہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی (سیر اعلام النبلاء ج۱۳ص۴۱۶)

❐......**ماہِ شعبان ۲۸۷ھ**: میں حضرت ابوسعد یحیٰی بن منصور الھروی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ افغانستان کے مشہور شہر ''ھرات'' کے شیخ، محدث اور زاھد کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے، بعض حضرات کے نزدیک ان کی وفات ۲۹۲ھ میں ہوئی، آپ کے اساتذہ میں ابنِ راھویہ، احمد بن حنبل اور ابن المدینی رحمہم اللہ شامل ہیں، آپ کے شاگردوں میں ابوعمرو السماک رحمہ اللہ سرِ فہرست ہیں (العبر فی خبر من غبر ج۲ص۸۶ المنتظم من ۲۵۷ھ ج۶ص۲۶)

❐......**ماہِ شعبان ۲۸۷ھ**: میں حضرت ابوسعد یحیٰی بن منصور الھروی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ اپنے شہر کے امام شمار ہوتے تھے، خطیب بغدادی نے آپ کو ثقہ، حافظ، صالح اور زاہد لکھا ہے (طبقات الحفاظ ج۱ص۳۰۳)

❐......**ماہِ شعبان ۲۸۹ھ**: میں حضرت ابوالفضل جعفر بن موسیٰ النحوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابن الحداد کے لقب سے مشہور تھے، آپ فن لغت اور فنِ نحو کے امام تھے (المنتظم من ۲۵۷ھ ج۶ص۳۶)

❐......**ماہِ شعبان ۲۸۹ھ**: میں حضرت ابوالحسن علی بن عبدالصمد الطیالسی البغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ''ماغمہ'' کے لقب سے مشہور تھے، مسروق بن المرزبان، عبداللہ القواریری، ابومعمر الھذلی

Idara Ghufran

اورجراح بن مخلد رحمہم اللہ سے حدیث کی روایت کی، احمد بن کامل، عبدالباقی بن قانع، ابوبکرالشافعی اور ابوالقاسم الطبرانی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث روایت کی (سیراعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۴۲۹)

□......**ماہِ شعبان ۲۹۰ھ**: میں حضرت ابوالعباس احمد بن علی بن مسلم الابار رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، مسرہد ،محمد بن المنہال، علی بن الجعد، ابراہیم بن ہشام الغسانی اور یحییٰ الحمانی رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی ، یحییٰ بن صاعد، ابوبکرالنجاد اور ابوسہل بن زیاد رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی (سیراعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۴۴۴)

□......**ماہِ شعبان ۲۹۴ھ**: میں حضرت ابوعمران موسیٰ بن ھارون بن عبداللہ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، ۲۱۴ھ میں ولادت ہوئی، امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین رحمہما اللہ آپ کے استاد ہیں، آپ کے شاگردوں میں بڑے بڑے محدثین شامل ہیں، حفظِ حدیث اور علم اسماء الرجال میں آپ وقت کے علامہ تھے (المنتظم من ۲۵۷ھ ج ۶ ص ۶۶، سیراعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۱۱۸، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۲۹۶)

□......**ماہِ شعبان ۲۹۵ھ**: میں حضرت ابوالفضل جعفر بن محمد بن الحسین بن عبیداللہ النیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: یحییٰ بن یحییٰ، اسحاق بن راھویہ، عمرو بن زرارۃ، محمد بن رافع اور ابوعمار المروزی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: ابوعمرو الحیری، المؤمل بن الحسن اور ابوحامد بن الشرقی رحمہم اللہ، ہفتہ کے دن وفات ہوئی (سیراعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۴۷)

□......**ماہِ شعبان ۲۹۹ھ**: میں حضرت ابوعمر احمد بن نصر بن ابراہیم النیشاپوری الخفاف رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کے استاد اسحاق بن ابراہیم الحنظلی، اسحاق بن راھویہ، عمرو بن زرارۃ، ابوعمار حسین بن حریث، محمد بن عبدالعزیز، محمد بن رافع اور ابوکریب رحمہم اللہ ہیں، آپ کے شاگرد ابوحامد بن الشرقی، محمد بن سلیمان بن فارس، ابوعبداللہ بن الاحزم اور ابوبکر الصبغی رحمہم اللہ ہیں، آپ روزے بہت کثرت سے رکھا کرتے تھے (المنتظم من ۲۵۷ھ ج ۶ ص ۱۱۰، سیراعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۵۶۲، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۲۹۰)

□......**ماہِ شعبان ۲۹۹ھ**: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن محمود بن حمزہ النیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، یونس بن عبدالاعلیٰ، ربیع، عبدالجبار بن العلاء، احمد بن منیع اور محمد بن رافع رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ میں سرِفہرست ہیں، محمود بن محمد، ابولطیب محمد بن احمد، ابوالطیب محمد بن احمد، حسان بن محمد اور ابوبکر بن زیاد النقاش رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں (سیراعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۸۰)

اصلاحی خطاب مفتی محمد رضوان

یہود پر غضب کے چار اسباب اور ہدایت کا راستہ

وہ خطاب جو حضرت مدیر نے مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار، راولپنڈی میں مورخہ ۲۷/ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۸ھ بمطابق ۱۳/ جولائی ۲۰۰۷ء بروز جمعہ نماز جمعہ سے قبل فرمایا، اس بیان کو مولانا محمد ناصر صاحب نے محفوظ ونقل فرمایا (ادارہ.....)

اَلْحَمْدُلِلّٰہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَصَفِیُّہٗ وَخَلِیْلُہٗ اَللّٰھُمَّ فَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی ھٰذَاالنَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَالرَّسُوْلِ السَّیِّدِالسَّنَدِ الْعَظِیْمِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ !فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ .

ضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الذِّلَّۃُ وَالْمَسْکَنَۃُ وَبَآءُ وْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ .ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ. ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ (سورۃ بقرۃ آیت نمبر ۶۱)

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علیٰ ذالک من الشاھدین والشاکرین والحمدللّٰہ رب العٰلمین.

معزز حضرات! سورۂ بقرہ کی جو آیت اس وقت آپ کی خدمت میں تلاوت کی گئی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر اپنے ایک خاص عذاب کا تذکرہ فرمایا ہے۔

اس آیت کے ایک حصہ پر اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے، اور ایک حصہ پر اس وقت کچھ عرض کرنا ہے۔

ان آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن (یعنی یہودیوں) پر ذلت (رُسوائی، مسکنت) اور پستی کو مسلط کر دیا گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ہو گئے۔

یہ اس لیے ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مُنکر ہو گئے تھے، اور پیغمبروں کو ناحق قتل کر دیا

کرتے تھے اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور حد سے نکل گئے‘‘

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں پہلے تو یہودی قوم پر نازل کئے گئے دو قسم کے عذابوں کا تذکرہ فرمایا ہے، ایک دنیا کے عذاب کا اور دوسرے دنیا وآخرت کے مشترک عذاب کا۔

یہودیوں پر دو عذاب

یہودیوں پر دنیا میں یہ عذاب نازل ہوا کہ ان کا دنیا میں عزت اور شرافت کا مقام نہیں رہا بلکہ عزت وشرافت کو اُن سے چھین لیا گیا، ذلت اور پستی اُن کا مقدر بن گئی اور اُن کی طبیعتوں کے اندر بھی اللہ تعالیٰ نے پستی رکھ دی کہ اس پستی کی وجہ سے وہ اپنی اچھی عادتوں اور خصلتوں کا اظہار نہیں کرسکتے بلکہ چھپ کر اور دنائت کے ساتھ وہ اپنی کارروائیاں کرتے ہیں۔

اور دنیا وآخرت دونوں کا مشترک عذاب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مستحق ہوئے، اور جب کسی پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوجائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہوجاتا ہے، رحمت اور غضب ایک دوسرے کی ہیں؛ لہٰذا یہودی دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم اور غضب کے مستحق ہوئے۔

یہ دنیا وآخرت کے اعتبار سے مشترک عذاب ہے۔

یہودیوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہونے کے اسباب

یہ دو عذاب اللہ تعالیٰ نے اُن پر مسلط فرمائے، پہلا عذاب دنیا کا، اور دوسرا عذاب دنیا اور آخرت دونوں کا۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے وہ بُرے اعمال بیان کیے ہیں جن کی وجہ سے اُن پر یہ دو قسم کے خطرناک اور تباہ کن عذاب نازل ہوئے۔

ویسے تو یہودیوں کی بُری حرکات وسکنات اور بھی بہت سی ہیں، لیکن یہاں ان پر مخصوص عذاب نازل ہونے کے جو اسباب اور وجوہات بیان فرمائی گئی ہیں، اُن کا ہمیں جائزہ لینا چاہیے، کیونکہ وہ اسباب ووجوہات جن کی وجہ سے وہ غضب اور ذلت ومسکنت کے مستحق ہوئے، کوئی چھوٹی موٹی چیز نہیں ہیں، اس لیے ہمیں ان اسباب ووجوہات کا اس لیے جائزہ لینے کی ضرورت ہے تاکہ ہم ان اسباب اور وجوہات سے اپنے آپ کو بچا کر رکھیں، کہ کہیں خدانخواستہ ان کی وجہ سے یہودیوں کی طرح ہم بھی غضبِ الٰہی اور ذلت

ومسکنت کے مستحق نہ ہوجائیں۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔

آیاتِ الٰہی کا انکار، نبیوں کا قتل، عصیان اور تجاوز عن الحدود

یہودیوں پر مذکورہ دو عذابوں کے نازل ہونے کی پہلی وجہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی:

ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ

کہ ’’اُن پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اس لیے نازل ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات (اور احکام) کا انکار کرتے تھے‘‘

اور دوسری وجہ یہ بیان فرمائی:

وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ.

’’اور وہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے‘‘

ناحق قتل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جو احکام اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمادیے تھے کہ جو کوئی کسی کو قتل کرے تو اس کے عوض میں اس کو قتل کیا جائے، تو ایسی کوئی معقول وجہ نہیں ہوتی تھی، اور وہ لوگ خود بھی اپنی اس حرکت کو ناحق سمجھتے تھے، لیکن صرف عناد اور سرکشی کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کیا کرتے تھے۔

اگرچہ اللہ کے نبی کا قتل ہمیشہ ناحق ہی ہوا کرتا ہے، لیکن یہودیوں کے اس فعل کی قباحت اور شناعت بیان کرنے کے لیے **بغیر الحق** کی قید لگادی گئی۔

لہٰذا اس کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ کبھی کسی نبی کا قتل حق بھی ہوتا ہے، کیونکہ یہ بتلایا جاچکا کہ وہ ہمیشہ ناحق ہی ہوا کرتا ہے۔

بنی اسرائیل اس بارے میں بہت مشہور ہیں کہ انہوں نے بے شمار انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو قتل کیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے، اور پیغمبروں کو قتل کیا کرتے تھے تاکہ ہدایت کا سلسلہ ہی ختم ہوجائے۔

اور حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے نبی کو قتل کیا یا جو شخص نبی کے ہاتھ سے قتل ہوا، ان دونوں کو آخرت میں سخت ترین عذاب دیا جائے گا (مسند احمد)

تو یہودیوں کی دو بداعمالیاں تو یہ تھیں، جن کی وجہ سے وہ دنیا و آخرت کے عذاب کے مستحق ہوئے۔

اور تیسری اور چوتھی بدعملی اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی:

Idara Ghufran

ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ

''یہ اس وجہ سے بھی ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور حد سے نکل گئے''

یہ تفصیل تو سورۂ بقرہ میں بیان ہوئی ہے۔

اور سورۂ آلِ عمران میں بھی اللہ تعالیٰ نے بعینہٖ یہودیوں پر نازل کیے گئے عذاب کی یہی تفصیل بیان فرمائی ہے۔

چنانچہ سورۂ آلِ عمران میں فرمایا:

ضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الذِّلَّةُ اَیْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰہِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الْمَسْکَنَةُ

ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ. ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ (سورة آلِ عمران آیت نمبر ۱۱۲)

یعنی ''ان پر ذلت ماردی گئی، جہاں کہیں بھی پائے جائیں گے؛ مگر ہاں (وہ دو ذریعوں سے اس ذلت سے نجات پاسکتے ہیں) ایک تو ایسے ذریعے کے سبب جو اللہ کی طرف سے ہے اور ایک ایسے سبب کے ذریعہ جو آدمیوں کی طرف سے ہے؛ اور مستحق ہوگئے اللہ کے غضب کے اور جمادی گئی اُن پر پستی۔

یہ اس لیے ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مُنکر ہوجاتے تھے، اور پیغمبروں کو ناحق قتل کردیا کرتے تھے اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور حد سے نکل گئے''

یہ چار اسباب اور وجوہات ایسی ہیں جن کی وجہ سے یہودی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کے غیض وغضب اور ذلت ومسکنت کے عذاب کے مستحق ہوئے۔

لیکن بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے ان وجوہات اور ان بداعمالیوں کا ارتکاب نہیں کیا تو وہ غضب کے مستحق نہیں ہوئے باوجودیکہ وہ بنی اسرائیل سے تعلق رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق وہی لوگ ہوئے جنہوں نے عذاب کے یہ مذکورہ اسباب اختیار کیے۔

لہٰذا ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنے اعمال میں اِن اسباب کا جائزہ لے کر ان سے بچنا چاہیے۔

پہلا سبب: اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار

یہودیوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس عذاب کے نازل ہونے کے پہلے سبب ’’اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار‘‘ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا، تسلیم ہی نہیں کیا، خواہ براہِ راست اور کھلم کھلا انکار کیا ہو یا تاویل کا راستہ اختیار کر کے انکار کیا ہو۔

اور اللہ تعالیٰ کی آیات واحکام کے انکار کا یہ سبب آج بھی معاشرے میں پایا جا رہا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے احکام وآیات کے انکار کی ایک صورت تو یہ ہے کہ کوئی کھلم کھلا اور براہِ راست انکار کر دے کہ میں اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو مانتا ہی نہیں ہوں؛ مثلاً نعوذ باللہ تعالیٰ یہ کہہ دے کہ میں نماز کو مانتا ہی نہیں ہوں، اور جو اس سے متعلق آیات ہیں میں انہیں مانتا ہی نہیں ہوں، ایک تو یہ انکار ہو گیا، یہ کھلم کھلا انکار ہے۔

اور ایک صورت انکار کی یہ ہے کہ وہ تاویل کا راستہ اختیار کر کے انکار کرے مثلاً زبان سے اقرار کر رہا ہو اور دل سے انکار کر رہا ہو۔

مثلاً یہ کہے کہ میں نماز کو مانتا ہوں لیکن دل سے اور اندر سے نماز کو بُرا سمجھے۔

اور ایک صورت انکار کی یہ ہے کہ وہ شخص یہ کہے کہ میں اُس نماز کو مانتا ہوں جس کا ذکر قرآن مجید اور احادیث میں آیا ہے۔

البتہ ان نمازوں کو نہیں مانتا جو آپ دن میں پانچ مرتبہ پڑھتے ہیں، یہ کوئی اور نمازیں ہیں۔

یا جیسے ایک شخص کہے کہ میں اس زکوٰۃ کو مانتا ہوں جس کا ذکر قران اور حدیث میں آیا ہے لیکن جو زکوٰۃ آپ ادا کرتے ہیں وہ نہیں مانتا۔

یا کوئی شخص یہ کہے کہ میں اس حج کو مانتا ہوں جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے لیکن جو لوگ حج کرنے جاتے ہیں میں اس کو نہیں مانتا، قرآن مجید میں کسی اور حج کا تذکرہ ہے اور لوگ کوئی اور حج کرتے ہیں۔

تو ان مثالوں سے سمجھا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار دو طرح سے ہو سکتا ہے، ایک تو یہ کہ کھلم کھلا اور براہِ راست انکار کر دے، کہ میں اس آیت کو نہیں مانتا اور دوسرا انکار یہ ہے کہ آیتیں اور احادیث تو سلامت ہیں لیکن جب عملی شکل میں ان کا ذکر آئے تو اس کا انکار کر دے، تو یہ بھی انکار میں داخل ہے۔

لہٰذا جو شخص اور جو گروہ جس طرح سے بھی اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرے گا، تو جو عذاب یہودیوں پر نازل ہوا، وہ بھی اس عذاب کا مستحق ہوگا۔

چنانچہ اس کی طبیعت میں دنائت اور خساست آجائے گی، مال اور جاہ کی محبت اس کے دل میں گھس جائے گی، دل میں بزدلی اور ڈر پیدا ہوجائے گا، شجاعت اور بہادری نہیں رہے گی، اندر کچھ ہوگا باہر کچھ ہوگا، تو یہ دنائت اس کے اندر پیدا ہوجائے گی، اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق ہوجائے گا، اور جب وہ غضب کا مستحق ہوجائے گا تو وہ صراطِ مستقیم سے ہٹ جائے گا۔

کیونکہ جن پر اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے وہ صراطِ مستقیم پر نہیں رہتے، جیسا کہ ابھی ان شاء اللہ ذکر کیا جائے گا

دوسرا سبب: انبیاء کا قتل

یہودیوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کے نازل ہونے کے اسباب میں سے دوسرا سبب انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنا ہے اور جب تک انبیاء علیہم السلام موجود ہوں، اُس وقت تک اُن کو قتل کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔

لیکن اگر انبیاء موجود نہ ہوں تو ان کے نائبین، وارثین اور جانشین حضرات کے ساتھ اس حرکت کا ارتکاب کرنا، اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینا ہے کیونکہ اگر وہ انبیاء علیہم السلام کو پالیتا تو عین ممکن تھا کہ وہ ان کے بھی قتل کے درپے ہوجاتا۔

اس لیے انبیاء کے نائبین کے ساتھ ایسا طرزِ عمل اختیار کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق ہے اور اس پر بھی ذلت اور پستی مسلط کردی جاتی ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ صرف یہودی ذلت اور مسکنت اور پستی اور طبیعتوں کے اندر دنائت کے عذاب میں مبتلا ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس شخص میں بھی یہ اسباب پائے جائیں گے وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور ذلت ومسکنت کا مستحق ہوجائے گا۔

چنانچہ آج بھی مسلمانوں میں ایک بہت بڑا طبقہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینے والے مذکورہ سبب میں مبتلا ہے، اور وہ انبیائے کرام علیہم السلام کے وارثین اور نائبین کو قتل کرنے میں سرگرمِ عمل ہے، ہمارے ملک میں اہلِ حق علماء اور وارثینِ انبیاء کا ایک منظّم سازش کے تحت مدتِ دراز سے قتل ہورہا ہے۔

تیسرا اور چوتھا سبب: گناہ اور حد سے تجاوز کرنا

ان اسباب میں سے تیسرا سبب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا اور چوتھا سبب حد سے آگے بڑھ جانا ہے۔

گناہوں کا ارتکاب کرنا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے، اور کسی بھی طرح اعتدال سے ہٹ جانا اور افراط یا تفریط

میں مبتلا ہو جانا حد سے تجاوز کرنا ہے۔

آج ہمارے معاشرے میں یہ دونوں اسباب بھی مختلف شکلوں میں پائے جارہے ہیں، گناہ بھی عام ہیں اور افراط وتفریط یعنی اعتدال سے ہٹنا بھی۔

تو اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا، اللہ تعالیٰ کے احکامات کو توڑے گا اور احکامات کی مخالفت کرے گا اور مزید یہ کہ حد پر قائم نہیں رہے گا بلکہ حد سے آگے بڑھ جائے گا تو اس پر بھی اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوگا لہٰذا جس گروہ یا جس شخص میں یہ چار وجوہات پائی جائیں، یا ان میں سے بعض وجوہات پائی جائیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا اور آخرت کے عذاب کا مستحق ٹھہرے گا، اور دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اسے ذلیل ورسوا فرمائیں گے اور اس پر اپنا غضب نازل فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے غضب سے پناہ چاہنے کا حکم اور تعلیم

مذکورہ وجوہات اور اسباب کو اختیار کرنے کی وجہ سے یہودی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ذلت کا شکار رہیں گے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کو ہر نماز کے اندر یہودیوں والے انجام سے پناہ چاہنے کا حکم دیا ہے، اور ہر نماز میں پڑھی جانے والی سورۂ فاتحہ میں نمازی حقیقتاً یعنی خود پڑھ کر یا حکماً یعنی امام کے پڑھنے کی وجہ سے یہ دعا کرتا ہے کہ:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ. صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ .غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآ لِّيْنَ (سورة فاتحه آيات نمبر ۵، ۶، ۷)

کہ ''یا اللہ ہمیں سیدھے راستے کی ھدایت دیجیے، اُن لوگوں کے راستے کی جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے، اور ہمیں اُن لوگوں کے راستے پر نہ چلایئے جو آپ کے غضب کے مستحق ہوئے اور نہ ہی ہمیں گمراہ لوگوں کے راستے پر چلایئے''

سورۂ فاتحہ کی مذکورہ آیت اور سورۂ بقرۃ اور سورۂ آلِ عمران کی تشریح کی گئی آیات میں بھی ''مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ''، یعنی اللہ تعالیٰ کے غضب یافتہ لوگوں سے مراد یہودی ہیں۔

جبکہ سورۂ فاتحہ کی آیت میں ''وَلَاالضَّآ لِّيْنَ''، میں گمراہ لوگوں سے مراد عیسائی ہیں۔

یہودیوں کا انکار اور کفر عیسائیوں سے زیادہ شدید تھا، اس لیے کہ یہودیوں نے بڑے بڑے جرائم کیے جن

کا ذکر اوپر آچکا ہے، جن میں سے ایک بڑا جرم انبیاء کا قتل بھی تھا، اور ساتھ ساتھ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی انکار کیا اور حضور ﷺ کا بھی انکار کیا، اس لیے یہودیوں کا انکار اس حیثیت سے دو انکاروں سے مرکب ہو گیا ایک عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار اور دوسرا حضورِ اکرم ﷺ کی نبوت کا انکار؛ تو یوں یہودی دونبیوں کے منکِر ہوئے ، اور یہودی پہلے منکِر ہوئے ؛ بہر حال یہودی اللہ تعالیٰ کے غیض وغضب اور گمراہی کے زیادہ مستحق ہوئے ۔عیسائی بعد میں آئے تو انہوں نے حضور ﷺ کا انکار کیا، لیکن عیسیٰ علیہ السلام کا انکار نہیں کیا؛ اس لیے اس حیثیت سے عیسائیوں کا انکار مرکب نہ ہوا بلکہ مفرد ہوا۔ [۱]

صراطِ مستقیم کون سا ہے؟

ہر مؤمن بندہ نماز کے اندر یہ دعا کرتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ صراطِ مستقیم کی ہدایت عطا فرمائے اور صراطِ مستقیم کی تفسیر اللہ تعالیٰ نے اثباتاً اور نفیاً دونوں طریقے سے بیان فرمادی، تاکہ صراطِ مستقیم کی دعا کرنے والوں کو پوری طرح یہ معلوم ہو جائے کہ صراطِ مستقیم یعنی سیدھا راستہ کون سا ہے؟

چنانچہ مثبت پہلو کا ذکر اس طرح فرمایا:

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ

کہ اُن لوگوں کے راستے پر چلایئے ''جن لوگوں پر آپ نے انعام فرمایا ہے''

یہ مثبت پہلو ہے کہ اُن لوگوں کا راستہ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے، وہ صراطِ مستقیم ہے۔

صراطِ مستقیم کوئی ایسی چیز نہیں کہ آدمی اسے خود سے آنکھوں سے دیکھ سکے یا وہ آسمان پر نظر آئے یا راستہ بنا ہوا چہرہ کی آنکھ سے نظر آئے کیونکہ صراطِ مستقیم عمل کی شکل میں ہے اور عمل عامل سے یعنی عمل کرنے والے سے وجود میں آتا ہے، اس لیے اس صراطِ مستقیم کی صحیح نشاندہی اسی صورت میں ممکن تھی کہ صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کی نشاندہی کردی جائے کہ ان کا عمل صراطِ مستقیم والا ہے اور یہی انعام یافتہ ہیں، لہٰذا تم بھی انہیں جیسا عمل کر کے صراطِ مستقیم کو حاصل کرلو اور انعام یافتہ لوگوں میں شامل ہو جاؤ؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر انعام یافتہ لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

---

[۱] مغضوب علیہم یعنی احکامِ الٰہی کا علم ہوتے ہوئے اس پر عمل نہ کرنا یہ بیماری قومی پیمانے پر یہود میں تھی، ویسے بھی جو صحیح علم ہوتے ہوئے عمل نہ کرے وہ کسی نہ کسی درجے میں اللہ کے غضب کا مورد ہوتا ہے، اور الضالین صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے بدعملی یعنی فسادِ عمل وفسادِ عقیدہ میں مبتلا ہونا، یہ بری حالت وسیع پیمانے پر عیسائیوں میں تھی، باقی جو بھی جہالت کی وجہ سے گمراہی میں یعنی فسادِ عمل وعقیدہ میں مبتلا ہو وہ ضلالت کا شکار ہے۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ (سورة النساء آیت نمبر ۶۹)

یعنی ''جو شخص اطاعت کرے اللہ اور اس کے رسول کی تو ایسے اطاعت کرنے والے لوگ (آخرت میں) ان برگزیدہ بندوں کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص انعام فرمایا (جن کے یہ چار طبقے ہیں) انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین''

انسانی مرتبوں میں سب سے بلند اور اونچا مرتبہ نبی کا ہے، نبوت کے بعد دوسرا مرتبہ صدیقیت کا ہے، نبی کے بعد سب سے افضل مرتبہ پر صدیق ہوتا ہے، صدیق دراصل نبی کی ہر بات کو بلاچون وچرا تسلیم کرتا ہے اور نبی کی ہر بات کی بلاتأمل تصدیق کرتا ہے، نبی کی تصدیق اس کی رگ وپے میں سرایت کئے ہوتی ہے اور دین کے کسی بھی حکم میں ذرہ برابر اسے شک نہیں ہوتا اس لئے اسے صدیق کہا جاتا ہے۔

اس کے بعد تیسرا درجہ شہید کا ہے جو نبی کے حکم پر اپنی جان قربان کردے۔

اور پھر چوتھا درجہ صالح کا ہے، صالحین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے اعتقاد اور عمل سب کو درست اور سالم رکھیں، نہ اعتقاد میں کوئی فساد ہو اور نہ عمل میں۔

لہٰذا مذکورہ انعام یافتہ لوگوں کے راستہ پر چلنے سے صراطِ مستقیم حاصل کیا جاسکتا ہے۔

سورۂ فاتحہ میں پھر آگے منفی پہلو یعنی غیر صراطِ مستقیم کی اللہ تعالیٰ نے مغضوب علیہم اور ضالین کے ساتھ وضاحت فرمائی چنانچہ فرمایا:

غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَاالضَّآلِّیْنَ

کہ جو لوگ گمراہ ہیں اور ان پر آپ کا یعنی اللہ تعالیٰ کا غیض وغضب نازل ہوا ہے؛ ان لوگوں کے راستے پر ہمیں نہ چلایئے، کیونکہ وہ صراطِ مستقیم پر نہیں ہیں۔

اب ہمارے ایک طرف تو یہودی ہیں جو المغضوب علیہم کا مصداق ہیں اور ان پر غضب نازل ہوا ہے اور دوسری طرف عیسائی ہیں جو الضالین کا مصداق ہیں۔

تو ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کے لیے دونوں طرف بھٹکنے اور ہٹنے سے بچنا ہے، کیونکہ صراطِ مستقیم درمیان میں ہے جو اعتدال والا راستہ ہے، اور اس کے دونوں طرف غیر صراطِ مستقیم ہے جو اعتدال سے ہٹا ہوا ہے۔

چنانچہ ایک راستہ یہودیوں کا ہے یعنی حد سے تجاوز کرنے والوں اور حد سے آگے بڑھنے والوں کا، کہ جو

انبیاء علیہم السلام کے قتل کے بھی درپے ہوئے۔

اور ایک راستہ حد سے کمی کرنے والے عیسائیوں کا ہے۔

صراطِ مستقیم پہچاننے کا طریقہ

اب جس نے نبی کو پالیا اس کے لیے تو بالکل واضح ہوگیا کہ صراطِ مستقیم نبی کا راستہ ہے، لیکن جس نے نبی کو نہیں پایا وہ بھی صراطِ مستقیم کو اختیار کرنے کا مکلّف ہے، اس کے لیے یہ مشکل پیش آسکتی ہے کہ وہ کون سا ایسا ماڈل یا آئیڈیل بنائے جس کو سامنے رکھ کر وہ صراطِ مستقیم کو پاسکے، اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے تین گروہ مقرر فرمادیے، ایک صدیقین کا، دوسرا شہداء کا اور تیسرا صالحین کا۔

ان کے راستے پر چلنے والا، ان کی اتباع کرنے والا، ان سے محبت رکھنے والا، منعَم علیہم یعنی انعام یافتہ لوگوں میں شامل ہوکر صراطِ مستقیم پر گامزن ہے۔

اور جو شخص ان چار گروہوں میں سے کسی سے تعلق نہیں رکھتا، نہ نبیین سے نہ صدیقین سے نہ شہداء سے اور نہ صالحین سے تو وہ صراطِ مستقیم پر قائم نہیں۔

بلکہ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ یا الضَّآلِّيْنَ کے مصداق لوگوں کے طریقہ پر قائم ہے، یعنی یہودیوں یا عیسائیوں کے طریقے پر قائم ہے۔

لہٰذا مذکورہ اسباب سے بچنے اور انعام یافتہ لوگوں میں شامل ہونے کی آسان صورت یہ ہے کہ مذکورہ صراطِ مستقیم کو پانے والے انعام یافتہ اور اعتدال پسند گروہ یعنی انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء صالحین کے گروہ کی اتباع کی جائے اور اسی کی دعا کی جائے کہ یا اللہ ہمیں آپ انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء، اور صالحین کے راستے پر چلایئے۔

اگر خدانخواستہ کسی کو انبیاء کا طریقہ پسند نہیں، مثلاً انبیاء علیہم السلام داڑھی رکھا کرتے تھے، شلوار، پائجامہ ٹخنوں سے اوپر رکھا کرتے تھے، سَر پر ٹوپی، عمامہ پہنا کرتے تھے، نماز پڑھا کرتے تھے، تلاوت اور ذکر کیا کرتے تھے، وغیرہ وغیرہ۔

مجھے تو نعوذ باللہ انبیاء علیہم السلام کا راستہ پُرانا لگتا ہے، وہ اس دَور سے میل نہیں کھاتا، یا مجھے یہ طریقہ اچھا نہیں لگتا۔

یا خدانخواستہ کسی کو صدیقین کا طریقہ پسند نہیں۔

یا شہداء کا طریقہ پسند نہیں، جو شہید ہو چکے ہیں، یا ہو رہے ہیں یا ہونے والے ہیں، میں اُن کا مخالف ہوں۔

یا کسی کو صالحین کا طریقہ پسند نہیں اور اسے یہ لوگ شدت پسند اور انتہاء پسند محسوس ہوتے ہیں تو وہ گویا کہ ''مَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ یا الضَّآ لِّیْنَ'' کے گروہ کی اتباع کر رہا ہے۔

اور اگر ایسا شخص نماز میں یہ آیت پڑھ رہا ہے تو وہ اپنی زبان سے کہہ تو یہ رہا ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ.

کہ ''مجھے سیدھے راستے کی ہدایت کیجیے''

اور آگے یہ بھی کہہ رہا ہے کہ:

غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَاالضَّآ لِّیْنَ

کہ ''مجھے غضب یافتہ لوگوں اور گمراہ لوگوں کے راستے پر نہ چلائیں''

لیکن اس کی اندر سے چاہت اور پسند غضب یافتہ اور گمراہ لوگوں کی سی ہے، اس نے اپنا ماڈل یہودیوں یا عیسائیوں کے طریقے کو بنایا ہے، مگر ساتھ ساتھ ہدایت کی دعا بھی کر رہا ہے تو گویا کہ وہ ہدایت کی دعا نہیں کر رہا ہے بلکہ وہ درحقیقت اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کے غضب اور گمراہی کی دعا کر رہا ہے۔

ایک شخص زبان سے کلمہ پڑھتا ہے، اور دل سے کفر کو پسند کرتا ہے۔ ظاہر سے نماز پڑھتا ہے، لیکن دل سے نماز کو بُرا سمجھتا ہے۔ حج کرتا ہے لیکن دل سے حج کو اچھا نہیں سمجھتا ہے، تو یہ شخص منافق ہے۔

اسی طریقے سے اگر کسی کی سوچ بدل گئی ہے، اس نے اپنے لیے اسوۂ حسنہ اور اچھا نمونہ یہودیوں اور عیسائیوں کو بنالیا ہے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نبی کو اپنا اسوۂ حسنہ بنانے کا حکم فرمارہے ہیں:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورة احزاب آیت نمبر ۲۱)

کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے لیے بہترین ماڈل اور بہترین نمونہ ہیں۔

لہٰذا نبی کو اپنی پسندیدہ شخصیت بناؤ، نبی کے طریقہ پر چلو، اور نبی کے طریقہ کو چھوڑ کر نبی کے مخالفین، اور معاندین کو نمونہ اور اپنا ماڈل نہ بناؤ۔

مگر یہ کم بخت اور بدبخت ان کو اپنا نمونہ بنا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس سخت اور دردناک، غضب ناک اور خطرناک عذاب سے حفاظت فرمائے، جو کہ دنیا میں بھی انسان کے لیے بہت دردناک عذاب کا باعث ہے اور آخرت میں بھی۔

افسوس کہ آج اپنے آپ کو اعتدال پسند اور روشن خیال کہنے والا طبقہ یہود وعیسائیوں کو اپنا ماڈل بنا رہا ہے، ان کے طور طریقوں کو پسند کر رہا ہے اور اپنا رہا ہے، اللہ تعالیٰ کی آیات واحکام کا انکار کر رہا ہے، سود کو تجارت کہہ رہا ہے، جوے کو انعام قرار دے رہا ہے، شراب اور نشے کو مشروب کا عنوان دے رہا ہے، بے حیائی اور بے پردگی کو آرٹ وثقافت کا نام دے رہا ہے، تصویر اور موسیقی کے ناجائز ہونے کا انکار کر کے اسے جائز قرار دے رہا ہے، موسیقی کو روح کی غذا سمجھ رہا ہے، جہاد کو دہشت گردی اور شہادت کو ناجائز اور حرام موت قرار دے رہا ہے، اور نہ جانے کس کس طرح سے اللہ تعالیٰ کی آیات واحکامات کا کھلم کھلا نہ سہی در پردہ اور تاویل کا راستہ اختیار کر کے انکار کر رہا ہے، انبیاء علیہم السلام کے وارثین وجانشین کے قتل کے درپے ہے، صدیقین کے طرز کو چھوڑ کر اسلام کے حقیقی تصور سے انحراف کر رہا ہے، اور اسلامی احکام میں شکوک وشبہات میں مبتلا ہے، اور صالحین کو انتہا پسند یا شدت پسند قرار دے رہا ہے، افراط وتفریط اس کا اوڑھنا بچھونا بن گیا ہے، تو یہ گروہ یا یہ طبقہ انعام یافتہ لوگوں میں سے یا صراطِ مستقیم پر ہرگز قائم نہیں ہے، بلکہ غضب یافتہ اور گمراہ لوگوں میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق ہے جس طرح یہودی مستحق ہوئے۔

مسلمانوں میں غضبِ الٰہی کے اسباب کا شیوع

چنانچہ اب یہی وجہ ہے کہ دنیا میں ان مسلمانوں کی اور ان کی حکومت کی کوئی حیثیت نہیں جو ان حرکات میں مبتلا ہیں، جب تک کفار، یہود وہنود مسلمان حکمرانوں کا انتخاب نہ کریں، وہ منتخب نہیں ہوتے، جب تک وہ ان کے لیے کوئی راستہ متعین نہ کریں، ان کا راستہ متعین نہیں ہوتا، اس ماڈرن اور روشن خیال طبقہ نے اپنے ہر قول اور فعل کا انتخاب کافروں کی چاہت کے مطابق کرنا شروع کر دیا ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ اس طبقہ نے انعام یافتہ حضرات یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے راستے کو چھوڑ دیا۔

اس لیے اب ان پر ذلت اور پستی نازل ہوگئی، ان کی کوئی حیثیت نہیں، ان کی ظاہر میں حکومت ہے، لیکن حقیقت میں نہیں، آج دنیا میں کتنے مسلمان ہیں، اور کتنی مسلمانوں کی حکومتیں اور طاقتیں ہیں لیکن کافروں کے تابع ہو کر چل رہی ہیں، تو یہ درحقیقت ان کے لئے عذاب ہے، ظاہر میں ہم جتنا علاج

کریں، مگر اس کا علاج اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ ہم ان چار وجوہات سے نہ بچ جائیں۔
ایک تو اللہ تعالیٰ کی آیات اور احکام کا انکار نہ کیا کریں، دوسرے انبیاء کے جانشینوں کو قتل اور ان کی مخالفت نہ کیا کریں، تیسرے ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کیا کریں اور چوتھے یہ کہ اعتدال پر قائم رہا کریں، شور مچانے سے کوئی اعتدال پسند یا اعتدال پر قائم نہیں ہوجاتا، اعتدال تو ایک حقیقت ہے، اس کو اختیار کرنے سے اعتدال پر آتا ہے، زبان سے نعرے لگانے اور زبان سے بولنے سے اعتدال پر نہیں آتا۔
ان مذکورہ اسباب سے بچنے کے ساتھ انعام یافتہ اور حقیقی اعتدال پسند لوگوں کے راستے کی اتباع کریں، تب ہی ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکتے ہیں اور دنیا اور آخرت میں سرخرو ہوسکتے ہیں۔
دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس حقیقت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں اور جو عذاب نازل ہونے کے اسباب ہیں، ان سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۴۵ ''معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام''﴾

پہلے زمانے میں اس چوتھی قسم کے اموال کی اموال ظاہرہ بننے کی عام طور پر جو شکل پائی جاتی تھی وہ یہ تھی کہ اموال تجارت کو مثلاً ایک شہر سے دوسرے شہر لے جاتے وقت وہ عاشر (شہر یا علاقے کے داخلی یا خارجی راستے پر قائم حکومت کی محصول چونگی جو گزرنے والے اموال تجارت کی زکوٰۃ وصول کرتی تھی) پر گزرتے تھے اس لئے فقہاء کرام نے اس صورت کے تفصیلی احکام اموال ظاہرہ کے مباحث کے تحت ذکر کئے ہیں۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ سونا چاندی اور مالِ تجارت اموال ظاہرہ بننے کی صرف یہی صورت ہے کہ شہر سے نکل کر عاشر پر سے گزریں ورنہ وہ اموال ظاہرہ نہ بنیں گے۔ پس اموالِ ظاہرہ بننے کے لئے ان دو امور کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ ا۔ حکومت کے زیر حمایت آنا۔ ۲۔ نجی مقامات کی تلاشی لینے کی ضرورت نہ پڑنا۔ مجلس تحقیقِ مسائل حاضرہ کراچی (جو مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب، محدث وقت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب، حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب اور مفتی محمد رفیع عثمانی و مفتی محمد تقی عثمانی صاحبان جیسے اساطین علم پر مشتمل تھی) کی تحقیق یہی ہے اور اس تحقیق اور موقف پر بینکوں اور مالیاتی اداروں کی طرف سے زکوٰۃ کی کٹوتی کو وہ جائز قرار دیتے ہیں جبکہ دوسرے بہت سے علماء کا موقف اس کے برخلاف بھی ہے کہ وہ مالیاتی اداروں اور بینکوں کی رقوم کو اموال ظاہرہ میں شمار نہیں کرتے بلکہ اموال باطنہ قرار دیتے ہیں جن کی زکوٰۃ ریاست اور حکومت وصول نہیں کرسکتی بلکہ فرد خود ادا کرے گا (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو احسن الفتاویٰ ج۴ خیر الفتاویٰ ج۳ درس ترمذی ج۲)

بسلسلہ: فقہی مسائل مفتی محمد امجد حسین

پاکی ناپاکی کے مسائل

(۳)......حرام جانور کا دودھ ناپاک ہے خواہ مردہ ہو یا زندہ۔ اس طرح مردہ جانور کا دودھ بھی ناپاک ہے خواہ حلال جانور ہو یا حرام۔ حاصل یہ کہ حرام جانور کا دودھ تو اس کی زندگی میں بھی ناپاک ہے اور حلال جانور کا دودھ اس کے مرنے کے بعد ناپاک ہے۔

(۴)......منہ بھر کرتے چھوٹے بچے کی ہو یا بڑے کی نجس ہے اسی طرح حیض، نفاس، استحاضہ کا خون بھی، نیز انسان کا پیشاب، پاخانہ، مذی، ودی اور منی بھی نجس ہیں۔

(۵)......انسان کے جسم سے بہتا ہوا خون، پیپ، کچلہو یا پھوڑے، پھنسی وغیرہ سے کوئی پتلا یا گاڑھا مواد جو نکل کر بہہ پڑے سب نجس ہیں۔ البتہ شہید کا خون جب تک جسم کے ساتھ لگا ہوا ہے تو پاک ہے جب ٹپک کر، بہہ کر گر جائے تو ناپاک ہے۔

(۶)......بہتا خون جو جانور کے ذبح کے وقت نکلے اور جو ذبح کے بعد اس کے جسم، رگوں، پٹھوں، ہڈی وغیرہ پر لگا رہ جائے کہ پیچھے سے بہہ کر آیا اور ان اعضاء پر لگ گیا تو یہ نجس ہے اور جو ذبح کے بعد گوشت وغیرہ پر خود اسی حصے کا خون لگا ہوا ہو کہیں اور سے بہہ کر نہ آیا ہو تو وہ نجس نہیں ہے۔

(۷)......حرام جانور چھوٹے ہوں یا بڑے پرند ہوں یا غیر پرند ان کا پیشاب نجس ہے۔ اور انڈا بھی ان کا نجس ہے

(۸)...... پاخانہ، لید، گوبر وغیرہ، سب جانوروں کا بشمول مرغی اور بطخ کے نجس ہے، حرام جانور ہوں یا حلال، البتہ پرندوں کی بیٹ نجس نہیں۔

(۹)......شراب اور تمام نشہ آور رقیق، سیال چیزیں نجس ہیں۔

(۱۰)......جس پانی سے کوئی نجس چیز دھوئی جائے وہ بھی نجس ہے خواہ پہلی دفعہ کا پانی ہو یا دوسری، تیسری دفعہ کا۔

(۱۱)......مردہ انسان کے منہ کا لعاب (تھوک، جھاگ) نجس ہے، جبکہ زندہ انسان خواہ مسلمان ہو یا کافر اس کے منہ میں اگر ظاہری ناپاکی نہیں تو اس کا منہ، منہ کا لعاب (تھوک وغیرہ) نجس نہیں، اس وجہ سے انسان کا جھوٹا پاک ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر یعنی انسان نے جس برتن سے پانی پیا یا کھانا وغیرہ کھایا تو

برتن کا باقیماندہ پانی، کھانا وغیرہ پاک ہے۔ دوسرا آدمی کھا سکتا ہے، البتہ غیر محرم مرد کا جھوٹا عورت کے لئے اور عورت کا مرد کے لئے مکروہ ہے (نہ کہ نجس۔ اور مکروہ ہونے کی وجہ خوف فتنہ ہے کہ اس طرح برے اور شہوانی خیالات آتے ہیں۔ غلط تصورات ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔ دل و دماغ روحانی طور پر گندا و پراگندہ ہوتا ہے) ایک خالی الذہن آدمی کو اس پر بعض دفعہ حیرت ہوتی ہے کہ کافر کا جھوٹا مسلمان کے لئے کیسے پاک ہو سکتا ہے؟ لیکن حیرت کی بات نہیں کیونکہ جھوٹا تو حلال جانوروں کا بھی پاک ہے نجس نہیں۔ انسان تو بہرحال اشرف المخلوقات ہے۔ اس کے عقیدہ اور کفر کی نجاست باطنی و روحانی ہے، جسمانی نہیں، اگر اس کے منہ یا جسم پر ظاہری حقیقی نجاست نہ ہو تو نہ اس کا جھوٹا نجس ہوگا اور نہ ہی کنویں اور ماء قلیل میں اس کے گرنے سے یہ ماء قلیل و کنواں ناپاک ہوں گے، اور اگر بدن یا منہ میں ظاہری نجاست ہو تو اس کا جھوٹا بھی ناپاک ہوگا۔ اور کنویں یا ماء قلیل میں وہ گر جائے تو کنواں اور ماء قلیل نجس و ناپاک ہو جائے گا اور اس معاملے میں مسلمان و کافر کا ایک ہی حکم ہے۔

پس اگر مسلمان کے بدن پر ظاہری ناپاکی ہو مثلاً پیشاب پاخانہ یا کوئی اور گندگی خواہ معمولی مقدار میں اس کے بدن کے کسی حصے پر لگی ہو اور وہ کنویں میں یا ماء قلیل میں گر جائے تو کنواں وغیرہ ناپاک ہو جائے گا۔ لیکن اگر کافر نے غسل کر لیا اور اس کا ظاہری بدن بالکل صاف ستھرا ہو وہ کنویں وغیرہ میں گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔ اگر اس اصول پر نظر نہ ہو جو نجاست کے متعلق اس بارے میں ابھی بیان ہوا تو یہ بظاہر تعجب کی بات ہے اور ایک پہیلی سی بن جاتی ہے کہ بتاؤ کیا وجہ ہے کہ مسلمان پانی میں گر گیا تو پانی ناپاک ہو گیا اور کافر گر گیا تو ناپاک نہیں ہوا؟ (مذکورہ تفصیل سے اس کا جواب واضح ہے) اور منہ میں ظاہری حقیقی نجاست ہونے سے مراد یہ ہے کہ انسان نے شراب پی ہو اور منہ میں ابھی اس کی تری باقی ہے یا منہ بھر کر قے کی ہو اور اس کے اثرات ابھی منہ میں ہیں کلی وغیرہ نہیں کی یا منہ سے خون بہہ رہا ہے یا کوئی حرام مردار چیز کھالی جیسے کفار خنزیر، سانپ وغیرہ بھونتے پکاتے کھاتے ہیں تو اس کے ذرات منہ میں لگے ہوں ان سب مذکورہ صورتوں میں منہ صاف کئے بغیر پانی پی لیا یا کسی اور کھانے پینے کے برتن سے منہ لگا کر کھا پی لیا تو باقیماندہ چیز جو ان کا جھوٹا ہے وہ نجس شمار ہوگا اس کا کھانا پینا کسی مسلمان کے لئے جائز نہ ہوگا۔

ملحوظہ

کافر کے ساتھ کھانے پینے سے جو منع کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ نہیں کہ کفر کی وجہ سے ان کا جھوٹا نجس ہوتا ہے

بلکہ بعض دفعہ تو یہ وجہ ہوتی ہے کہ یہ مرداراور حرام چیزیں کھانے پینے کی کھاتے ہیں اور اگر حلال چیزیں بھی کھائیں تو پھر یہ وجہ ہوتی ہے کہ ان کے ساتھ اختلاط اور میل جول سے ان کی بری عادات اور کفریہ حرکتوں سے آدمی متاثر ہوتا ہے۔ ان کے طور طریقوں کی قباحت دل سے نکل جاتی ہے بلکہ ان کے بعض طریقوں کو آدمی پسند کرنے لگتا ہے خواہ شعوری طور پر یا غیر شعوری طور پر۔ حالانکہ وہ طریقے اسلامی تہذیب شرعی حکم اور سنت آداب کے خلاف ہوتے ہیں، یہ تھا نجاستِ غلیظہ کی مختلف قسموں کا مختصر جائزہ۔

نجاست غلیظہ کا حکم

نجاست غلیظہ جو گاڑھی اور جسم دار ہو جیسے، لید، گوبر وغیرہ وہ ساڑھے چار ماشہ کے وزن تک معاف ہے (یعنی درھم کبیر کا وزن ایک مثقال جو برابر ہے بیس قیراط کے اور گرام کے حساب سے ساڑھے چار ماشے کا وزن سوا چار گرام سے کچھ اوپر بنتا ہے ماشہ اور گرام کے وزن میں محض انیس بیس کا فرق ہے)

اور جو نجاست غلیظہ پتلی اور بہنے والی ہو جیسے خون، شراب، وغیرہ وہ ہتھیلی کے پھیلاؤ کے برابر معاف ہے، ہتھیلی کے پھیلاؤ سے وہ حصہ مراد ہے کہ ہاتھ کو پھیلا کر رکھیں تو پانچوں انگلیوں کے درمیان ہتھیلی کا جو گہرا حصہ ہے کہ ہاتھ پھیلا ہوا ہونے کی صورت میں پانی ڈالیں تو جتنے حصے پر پانی ٹھہر جاتا ہے یہ مقدار ہتھیلی کے پھیلاؤ کی مراد ہے۔ پاکستان کا موجودہ پانچ روپے کا سکہ اس کے لگ بھگ پھیلاؤ کا ہے۔ آسانی کے لئے موجودہ پانچ روپے کے سکہ کے برابر پھیلاؤ سمجھ لیں۔

اتنے پھیلاؤ تک پتلی نجاست غلیظہ جسم پر یا کپڑے پر لگی ہو تو معاف ہے خواہ ایک ہی جگہ میں لگی ہو یا متفرق جگہوں پر، یعنی متفرق لگی ہوئی ہو تو فرضی طور پر جمع کریں گے اور تصور کریں گے کہ یہ ساری نجاست یکجا کی جائے تو کتنا پھیلاؤ بنے گا، اسی طرح گاڑھی نجاست متفرق لگی ہو تو اس کو بھی فرضی طور پر جمع کر کے اندازہ لگائیں گے کہ ساڑھے چار ماشہ یعنی سوا چار گرام تک وزن پہنچتا ہے یا نہیں اور معاف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بے خبری میں نماز پڑھ لی بعد میں معلوم ہوا کہ کپڑے یا بدن پر نجاست لگی ہوئی تھی تو اگر اس حد تک یا اس سے کم ہو جو اوپر بیان ہوئی تو نماز صحیح ہوگئی یا بے خبری تو نہیں تھی لیکن جلدی تھی کہ ابھی دھوئیں گے تو جماعت نکل جائے گی یا نماز کا وقت نکل جائے گا یا کسی اور وجہ سے جلدی تھی تو مذکورہ حد تک ہو تو نماز ہو جائے گی باقی بلاوجہ اتنی نجاست کے لگے رہنے کے ساتھ نماز پڑھنا سنت کے خلاف ہے۔ اس سے زیادہ ہو تو دھونا ضروری ہوگا ورنہ نماز ہی نہ ہوگی۔ کیونکہ نجاست اس معافی کی مقدار سے کم

بھی ہو عام حالات میں بلاوجہ اس کو برقرار رکھنا، زائل نہ کرنا، نہ دھونا نظافت و پاکیزگی کے خلاف ہے، جس کی اسلام میں بہت اہمیت ہے۔

یہ ملحوظ رہے کہ نجاست کی معافی کی یہ مقدار کپڑے اور بدن کے ساتھ خاص ہے، خواہ نجاست غلیظہ ہو یا خفیفہ۔ پانی یا دیگر کسی پتلی، بہنے والی چیز (جیسے ماءِ قلیل، کنواں وغیرہ) میں یہ نجاست پڑے گی تو خواہ معمولی مقدار میں نجاست ہو اس سارے پانی وغیرہ کو ناپاک کردے گی۔

نجاست خفیفہ کن کن چیزوں میں ہے

گھوڑے کا، حلال جانوروں کا پیشاب اور حرام پرندوں کی بیٹ نجاستِ خفیفہ ہے، البتہ حرام پرندوں کی بیٹ کنویں میں پڑ جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا کیونکہ یہ اڑتے اڑتے بھی بیٹ کرتے ہیں اور اس سے کنویں کو بچانا مشکل ہے۔

ہر جانور کا پِتّہ اسکے پیشاب کے حکم میں ہے مثلاً حلال جانوروں کا پیشاب نجاست خفیفہ ہے تو ان کے پِتّے کا بھی یہی حکم ہے اور حرام جانوروں کے پیشاب کی طرح ان کا پتہ بھی نجاست غلیظہ ہے۔

نجاست خفیفہ کا حکم

نجاست خفیفہ مرئیہ ہو یا غیر مرئیہ (یعنی نظر آنے والی یا نظر نہ آنے والی) اگر جسم یا کپڑے پر لگ جائے تو چوتھائی کپڑے یا عضو تک معاف ہے، اور چوتھائی عضو تو واضح ہے یعنی بدن کے مختلف اعضاء میں سے جس عضو پر لگے اس عضو کے چوتھائی کا اعتبار ہوگا مثلاً انگلی پر لگی ہے تو انگلی کا چوتھائی، ہاتھ یا بازو یا پیر پر لگی ہے تو اس عضو کا چوتھائی مراد ہے۔

اور کپڑے میں بھی کپڑے کے جس حصے پر لگی ہے اس حصے کا چوتھائی مراد ہے۔ مثلاً جیب کپڑے کا الگ حصہ ہے، آستین الگ، دامن الگ، گریبان الگ۔ وغیرہ وغیرہ تو جس حصے پر نجاست واقع ہوئی ہے کپڑے کے خاص اس عضو کے چوتھائی کا اعتبار ہوگا پورے کپڑے کا نہیں (یہی صحیح قول ہے)

اگر نجاست معافی کی مقدار میں یا اس سے بھی کم لگی تھی لیکن پھیل کر معافی کی مقدار سے بڑھ گئی تو وہ معاف نہیں اس کا وہی حکم ہے جو پہلے سے ہی زیادہ مقدار میں لگنے والی نجاست کا ہے۔

نجاست کے حکم سے خارج چیزیں

حلال پرندوں کی بیٹ پاک ہے (بشرطیکہ بدبودار نہ ہو جیسے مرغابی، بطخ، مرغی کی بیٹ یہ نجاست غلیظہ ہیں) چمگادڑ کا پیشاب اور بیٹ پاک ہے۔ سانپ کی کیچلی پاک ہے (یہی صحیح ہے) البتہ سانپ کی کھال نجس ہے (خواہ سانپ کو ذبح بھی کیا جائے تب بھی پاک نہ ہوگی بخلاف دوسرے مردار جانوروں کے کہ شرعی طریقہ پر ذبح کرنے سے ان کی کھال پاک ہو جاتی ہے)

پیشاب کی چھینٹیں جو سوئی کے ناکے کے برابر اڑتی ہیں اور غور سے دیکھے بغیر کپڑے پر نظر نہیں آتیں یہ بسبب دفع حرج کے معاف ہیں۔ اگرچہ بہت کثرت سے بھی اڑیں اور کپڑے پر پڑیں (یعنی ان کو جمع کر کے نہیں دیکھا جائے گا جس طرح متفرق نجاست غلیظہ یا خفیفہ کو اندازے کے طور پر جمع کر کے دیکھا جاتا ہے) گھوڑی اور گدھی کا دودھ پاک ہے کہ کپڑے وغیرہ پر لگ جائے تو ناپاک نہ ہوگا (باقی جانوروں کا دودھ ان کے لعاب دہن کے حکم میں ہے جیسا کہ پیچھے نجاست غلیظہ میں بیان ہو چکا)

جانور کے ذبح کرنے کے بعد جو خون اس کی رگوں میں باقی رہ جاتا ہے وہ پاک ہے اور یہی حکم اس خون کا بھی ہے جو ذبح کے بعد گوشت میں ہوتا ہے اس لئے کہ وہ جاری خون (دمِ مسفوح) نہیں ہاں جاری خون بہہ کر گوشت پر لگ جائے تو وہ بلاشبہ ناپاک ہے۔ اسی طرح جگر، تلی اور دل میں جو خون باقی رہا وہ نجس نہیں کیونکہ وہ جاری خون (دمِ مسفوح) ہونے سے نکل گیا۔

مچھر، پسو، مکھی، جوں، چھوٹی چچڑی، کھٹمل کا خون پاک ہے اگرچہ بہت ہو اور جو خون بدن سے ظاہر ہو جائے لیکن جاری نہ ہو (بہنے والا) وہ بھی پاک ہے (کپڑے یا بدن پر لگا ہو تو وہ حصہ ناپاک نہ ہوگا)۔ مچھلی اور پانی میں جینے والے جانوروں کا خون کپڑے یا بدن کو پلید نہیں کرتا۔　　(جاری ہے............)

بسلسلہ اصلاحِ معاملہ

مفتی محمد امجد حسین

معیشت اور تقسیمِ دولت کا فطری اسلامی نظام (قسط ۱۰)

اموالِ زکوٰۃ کی اقسام

اموالِ زکوٰۃ کی باعتبار جنس ونوعیت بنیادی اقسام مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) سونا چاندی اورنقدی (روپیہ پیسہ، کرنسی) (۲) اموالِ تجارت جس قسم کے بھی ہوں (منقولہ یا غیر منقولہ) (۳) مویشی یعنی جانور، چوپائے، اونٹ، گائے، بھینس، بھیڑ، بکریاں (۴) زرعی پیداوار یعنی اجناس، غلے، ترکاریاں، درختوں کے پھل۔

ان چاروں قسم کے نصابوں میں پھر مال کی کمیت وکیفیت، نصاب، مقدارِ واجب، شرائطِ وجوب، شرائطِ ادائیگی، مصارف وغیرہ شرعی تفصیلات ہیں، نیز شریعت نے بعض احکامِ شرع میں کوتاہی اور مقررہ حکم کی خلاف ورزی پر بطورِ تعزیر کفارے بھی رکھے ہیں، جن میں تعزیر اور عبادت دونوں پہلو موجود ہیں، جیسے قسم توڑنے کا کفارہ، رمضان کا ادا فرض روزہ رکھ کر جان بوجھ کر توڑنے پر کفارہ، ظہار کا کفارہ، اس طرح عید الفطر کے موقعہ پر صدقۂ فطر کا وجوب، یہ سب بھی انفاق فی سبیل اللہ کی وہ صورتیں ہیں جن سے ایک طرف اسلام کے نظامِ عبادات کے بہت سے خانے پُر ہوتے ہیں، اور مسلمان کی زندگی میں بندگی کا رنگ ابھرتا ہے، تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے ان سب مالی ادائیگیوں کا رخ معاشرے کے ہی پسماندہ، مفلوک الحال مستحق طبقات کی طرف موڑ کر (کہ ان لوگوں پر یہ اموال خرچ کیے جائیں) معاشرے میں معاشی خود کفالتی کا انتظام کرنے اور تقسیمِ دولت کا فطری خودکار نظام قائم کرنے کی تا قیامِ قیامت منصوبہ بندی فرمائی ہے، اسی طرح اسلام کے نفقات کا نظام ملاحظہ فرمائیں کہ اسلامی شریعت نے آدمی پر ایک تو اس کی بیوی اور نابالغ اولاد کے نفقے اور ضروریاتِ زندگی کو لازم کیا ہے، اس کے علاوہ محتاج والدین، نادار بہن بھائی، اور دیگر ضرورت مند ذی رحم محرم رشتہ داروں کی کفالت کو بھی لازم کیا ہے، جب یہ لوگ کفالت کے محتاج ہوں اور آدمی ان کی کفالت پر قادر ہو، جب تک مسلمان اسلام کے اس آئیڈیل نظام اور دستورِ حیات کو مذہبی ودینی فریضہ اور زندگی گزارنے کا ناگزیر خدائی مطالبہ سمجھ کر اختیار کیے رہے تو ان کی بظاہر سادہ

زندگی پوری ایک فطری زندگی تھی، اوران کا معاشرہ دنیا میں جنت نظیر اور فلاحی وآئیڈیل معاشرہ تھا، جس کو دنیا کی قومیں نمونہ بنا کر زندگی کے نظام کو فوز وفلاح کے خطوط پر استوار کرتی تھیں، لیکن پھر ایسا ہونے لگا کہ اس امت کو بھٹکانے کے لئے طاغوت کی سازشیں کامیاب ہوتی گئیں، جو پہلے دن سے ہی حسد کی آگ میں جل بھن رہے تھے، اوراس امت اوراس شریعت کی فتحمندیاں اورانسانیت کے ساتھ ہمدردیاں ان کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھیں کہ اس سے ان کی فرعونیت اورشیطنت کی بساط ہی لپٹتی چلی گئی تھی، پس امت کے مختلف طبقات خصوصاً طبقۂ اشرافیہ پٹڑی سے اترتے چلے گئے اور بگاڑ عام ہوتا گیا، امت کو خود اپنی نظر کی خرابی سے اپنا خورشید گہنا اور دھندلا نظر آنے لگا، وہ خورشید جولا زوال اورسدا بہار ہے، اورجس کی شان ''لیلہا کنہارہا'' بیان ہوئی ہے، وہ شپرہ چشم لوگوں کو، چمگادڑ صفت انسانوں کو بے نور نظر آنے لگا۔ ؎

گرنہ بیند بروز شپرہ چشم ۔۔۔ چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

پھر ایسے لوگوں کی اس امت میں بھرمار ہونے لگی، جو دوسروں کے مٹی کے چراغوں پر رال ٹپکانے لگے، اوراپنے خورشید پر پردے پھیلانے لگے۔ ؎

مانگتے پھرتے ہیں اغیار سے مٹی کے چراغ ۔۔۔ اپنے خورشید پر پھیلا دیئے سائے ہم نے

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انسانیت کو جس تیرہ بختی سے اور گمراہی کی جس تیرہ وتار شب کے اندھیروں سے اللہ کے آخری نبی نے اللہ کی آخری بھیجی ہوئی شریعت کا چراغ ہاتھ میں لے کر نکالا تھا اور دنیائے انسانیت کو زمانۂ جاہلیت اور قرونِ مظلمہ کے مظالم وشرور سے نجات دلائی تھی، اس امت نے غالب طور پر اپنے نبی کی نیابت میں اور اپنے اسلاف ومتقدمین کی وراثت میں ملنے والی قیادت کے اس منصب کو ہاتھ سے گنوادیا اور مغضوب علیہم اور ضالین یہود ونصاریٰ کے کھُل کھیلنے کے لئے میدان خالی کر کے دنیا کو پھر تیرہ بختی کے دور کی طرف دھکیل دیا، تب طاغوت نے پھر جاہلیت قدیمہ اور قرونِ مظلمہ کا نیا ایڈیشن جاہلیتِ جدیدہ اور الحاد وماديتِ حادثہ کے روپ میں دنیا کے سامنے پیش کردیا اورانسانیت کی قیادت کے بجائے خود ان طاغوتیوں کی پیروی پر ہی شادکام ہونے لگے۔ ؎

کرسکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت ۔۔۔ وہ کہنہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو

پھر طاغوت نے دنیا کو اپنی سفلی خواہشات اور نفسانی وشیطانی ہوس رانیوں کی تجربہ گاہ اور لیبارٹری بنالیا، انسانیت کو ایک لاشۂ بے جان سمجھ کر اس تجربہ گاہِ عالم میں اس کی چیر پھاڑ اور پوسٹ مارٹم شروع کردیا، اس

دن سے انسانی دکھوں کا ایک غیر متناہی سلسلہ جو شروع ہوا، اس کا تسلسل پچھلی چند صدیوں سے بلا توقف و تعطل جاری وساری ہے، اور کوئی قیامت برپا ہوئے بغیر شاید ہی رکے۔ ع

کیا خوب گویا کہ قیامت کا ہے کوئی دن

اس جاہلیتِ جدیدہ کے جو ہولناک اور قیامت خیز ایڈیشن دنیا دیکھ چکی ہے اور دیکھ رہی ہے، ان میں سے چند جلی عنوان یہ ہیں:

کیپیٹل ازم، سیکولرازم، سوشلزم، کمیونزم، اشتراکیت، فاشزم، نیشنل ازم، نیچرل ازم وغیرہ وغیرہ

ان عنوانات کی تفصیلات تاریخ کے نوکِ زباں پر ہیں، ملاحظہ سے نہ گزرے ہوں تو گزار لینے چاہئیں، کہ قدم قدم پر عبرت کا مرقع ہیں، اب آخر میں سو باتوں کی ایک بات یہ ہے کہ ہم مسلمان اپنے پورے دین کو اپنالیں ''آدھا تیتر آدھا بٹیر'' والا یہ کھیل اب ختم کردیں، جس سے ہم کوے کی مانند دوسرے کی چال تو کیا سیکھتے الٹا اپنی چال ڈھال سے بھی گئے، قرآن کا یہ اعلان ہمیں آج بھی جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگانا چاہتا ہے:

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ. اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (سورہ بقرہ آیت ۲۰۸)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے''

تو کیا جاگنے اور جگائے جانے کی کوئی گھڑی ہمارے لئے باقی ہے یا پھر صورِ اسرافیل ہی ہمارے جگانے کے لئے آخری چیز رہ گئی، لیکن اس وقت تو جاگنا بھی چاہیں گے تو سلا دیئے جائیں گے، تو پھر کیوں نہ اپنے رب کی اس نصیحت اور منشور کو پلے باندھ لیں جس کا عہد و پیمان سب سے پہلے اس نے اپنے رسول سے لیا، اور اس کو مخاطب کر کے ساری امت کو یہ دستور دیا:

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (سورۃ جاثیہ آیت ۱۸)

ترجمہ: ''پھر ہم نے کر دیا تجھے (اے نبی ﷺ) دین کے ایک خاص طریقے پر پس تو اسی پیروی کر اور ان لوگوں کی خواہش کی پیروی نہ کو جو نہیں جانتے''

اس آیت میں شریعت سے مراد دین کا پورا نظامِ احکام ہے، جو ساری زندگی کو حاوی ہے، کیونکہ قرآن نے شریعت کی اصطلاح اپنے احکام وقوانین اور جائز وناجائز کے ضابطوں کے لئے استعمال کی ہے، اور ''اَهْوَآءَ

الَّذِیْنَ لَایَعْلَمُوْن ‘‘ میں ناخداشناس ساری قوموں اور لوگوں کے نظام اور ازم اور نظریات کو رد کیا ہے، کیونکہ یہ لوگ جب آسمانی تعلیمات کے منکر اور اس سے ناآشنا ہیں تو محض مشاہدہ اور مادیت کے غلام ہیں، اور اپنی خواہش اور طبیعت کے پیروکار ہیں، جبکہ حقائق کی اصل دنیا تو پردۂ غیب میں ہے، جس سے پردہ وحی اور مذہب اٹھاتا ہے، عقل اور حواس کو اس کا چارہ اور یارہ نہیں، پس اپنی نارسا عقل اور فہم سے پچھلی صدیوں میں مشرق ومغرب کے قوموں اور معاشروں نے جتنے ازم اور نظام تخلیق کئے اور جتنی ثقافتیں اور تہذیبیں تراشیں سب ’’اَھْوَآءَ الَّذِیْنَ لَایَعْلَمُوْن ‘‘یعنی انجانے، بے خبر اور بھٹکے لوگوں کی خواہشات اور اٹکل پچو باتیں تھیں، اس سے زیادہ ان کی کوئی حیثیت نہیں، ورنہ ان تہذیبوں اور نظاموں کے بنانے، سنوارنے والے اور ان پر مر مٹنے والے آج اتنی کثرت سے اس تہذیب اور نظام کو چھوڑ چھوڑ کر اور اس پر تین حرف بھیج کر اسلام کی آغوش میں نہ آتے، آج مغربی دنیا میں جس کثرت اور وسعت سے اسلام پھیل رہا ہے، کیا اس میں بھی مسلمانوں کے لئے عبرت کا کوئی پہلو نہیں فَاعْتَبِرُوْا یَااُولِی الْاَبْصَارِ

زکوۃ میں اموال ظاہرہ اور اموال باطنہ کی بحث

حکومتی سطح پر مرکزی بیت المال کا مستحکم ومنظم اور مبنی بر عدل وانصاف نظام قائم کرنا کسی بھی ریاست اور سلطنت کی اقتصادیات میں اور تقسیمِ دولت کے سسٹم میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، اسلامی ریاست میں بھی بیت المال کی تشکیل اور اس کے لئے ذرائع آمدن کی تعیین وتنظیم نیز بیت المال کے اموال کے مصارف اور مواقع استعمال کا پورا ایک نظام ہے جو پوری تفصیل اور شرح وبسط سے منضبط طریقہ پر احکامِ شرع کی کتابوں میں مذکور ہے۔ اور یہ صرف کتابی فلسفہ نہیں بلکہ کتابوں میں تو اس کی تفصیلات بعد میں آئی ہیں، پہلے اس کا عملی مظاہرہ دورِ نبوی اور خلافت راشدہ کے زمانہ میں اور اس کے بعد بھی صدیوں تک اس روئے زمین پر ہوا ہے۔ قرآن مجید کی آیات، نبی علیہ السلام کے ارشادات اور خلفائے راشدین کے تعامل واحکامات کی روشنی میں بعد میں فقہائے اسلام نے اس کے اصول وفروع مرتب کئے اور مملکت کے لئے حصول دولت وتقسیمِ دولت کے دونوں بنیادی سلسلے دستوری طریقے پر وضع کئے۔

اس سلسلہ میں اسلام نے زکوٰۃ کی وصولی کا نظام بھی ایک حد تک ریاست کے متعلق کیا ہے کہ ریاست قابل زکوٰۃ اموال والے صاحبِ نصاب لوگوں سے خود زکوٰۃ وصول کر کے بیت المال میں جمع کرے اور پھر اس

کے مصارف میں خرچ کرے۔ قدرے تفصیل اس کی یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت میں ہر قسم کے قابل زکوٰۃ اموال سے زکوٰۃ سرکاری طور پر وصول کی جاتی تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اموال اور آبادی کی کثرت ہوگئی اور یہ اندیشہ پیدا ہوگیا کہ ہر قسم کے اموال کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے لوگوں کے نجی مقامات میں محکمہ زکوٰۃ وعشر کے کارندوں کا اموال کی تشخیص وتفتیش اور مقدار زکوٰۃ کی تعیین کے لئے جانا، ایک طرح سے بے جامداخلت ہوکر لوگوں کے لئے تکلیف اور زحمت کا باعث بنے گی اور اس سے بڑے مسائل اور فتنے پیدا ہوں گے۔ تو آپ نے قابل زکوٰۃ اموال کی دو قسمیں ٹھہرائیں، اموالِ ظاہرہ اور اموالِ باطنہ۔ اور یہ قرار دیا کہ صرف اموالِ ظاہرہ کی زکوٰۃ سرکاری سطح پر وصول کی جائے گی۔ جبکہ اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ اس مال کے مالکان نجی طور پر خود مستحقین زکوٰۃ کو ادا کریں۔

اموالِ ظاہرہ وباطنہ کیا کیا ہیں

اموال ظاہرہ کی تین بڑی قسمیں یہ ہیں:

(۱)......جنگل میں چرنے والے (سائمہ) جانور (۲)......کھیتیاں (زراعت) (۳)...... باغات

چوتھی قسم وہ ہے جو اصل میں تو اموالِ باطنہ ہیں یعنی سونا، چاندی، رقم (روپیہ پیسہ) اور مال تجارت۔ لیکن بعض صورتوں میں یہ چوتھی قسم کے اموال، اموالِ باطنہ کی بجائے اموالِ ظاہرہ میں شامل ہو جاتے ہیں تو ان صورتوں میں پھر اب چوتھی قسم کے اموال کی بھی زکوٰۃ حکومت وصول کرسکتی ہے۔ فقہاء کرام نے ان صورتوں کے پائے جانے کے لئے (یعنی ان اموال باطنہ کا دوبارہ اموالِ ظاہرہ بن جانے کے لئے) دو باتیں ضروری قرار دی ہیں ایک تو یہ ہے کہ ان اموال کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے لوگوں کے پبلک مقامات اور نجی جگہوں کی تلاشی اور تفتیش نہ کرنی پڑے۔ (اور اموال ظاہرہ سے ان کو نکال کر اموالِ باطنہ میں داخل کرنے کی وجہ یہی تھی کہ لوگوں کے نجی مقامات کی تلاشی سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو جب کسی صورت میں یہ وجہ پائی نہ جائے گی تو اس صورت میں ان کو اموال باطنہ میں داخل کرنے کی ضرورت نہ ہوگی) اور دوسری یہ کہ یہ اموال حکومت کے زیرِ حفاظت اور زیرِ حمایت آجائیں۔ (اس بنیاد پر دور حاضر کے بہت سے فقہاء بینکوں اور دوسرے مالیاتی اداروں میں رکھوائی ہوئی رقوم کی زکوٰۃ حکومت کی طرف سے کاٹنے کو جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ ان رقوم میں یہ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں کہ یہ رقوم نجی جگہوں میں رکھی ہوئی نہیں اور حکومت کے زیرحمایت وحفاظت بھی ہیں اس لئے اموال ظاہرہ میں شمار کی جائیں گی) ﴿بقیہ صفحہ ۳۵ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بسلسلہ : آدابُ المعاشرت مفتی محمد رضوان

اولاد کی تربیت کے آداب (قسط۵)

بچہ کومحنت وجفاکشی کا عادی بنانا

محنت و جفاکشی انسان کی ترقی اور مشکل کا مقابلہ کرنے کا جوہر ہے،اوراس کے مقابلہ میں آرام طلبی اورعیش پرستی تمام مشکلات کا پیش خیمہ ہے جوانسان جفاکشی اور محنت کا عادی ہوتا ہے، وہ زندگی کے کسی موڑ پر مار نہیں کھاتا اور ہار نہیں مانتا،اور جوانسان اس کا عادی نہیں ہوتا وہ مشکل حالات کا مقابلہ نہیں کرپاتا اوراپنی زندگی کے معاملات بھی صحیح رخ پر نہیں چلا پاتا۔

اس لئے ضروری ہوا کہ بچہ کوشروع ہی سے اس کی حیثیت کے مطابق کام وکاج کا عادی بنایا جائے ،کام چوری اورآرام طلبی اورسُستی ولاپرواہی سے اس کو بچایا جائے۔

بچہ کو جفاکش بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اس سے محنت کے کام کاج لئے جایا کریں،خواہ گھر کے ہی کام کاج کیوں نہ ہوں مثلاً گھر کی صفائی کرانا، برتن دھلوانا، کپڑے استری کرانا ورزش کرانا

کوشش کی جائے کہ بچہ صبح سویرے اٹھنے کا عادی بنے اور صبح دیرتک بستر پر لیٹ کر انگڑائیاں نہ لیتا رہا کرے۔اگر بچہ کی طرف سے ایسی حرکت سامنے آئے تو حکمت کے ساتھ اس کے اس مرض کا علاج کیا جائے۔

کھانے پینے کے معاملات میں بعض بچے نخرے کرتے ہیں اورصرف اپنی پسندیدہ لذیذ اور چٹ پٹی چیزیں کھانے کے عادی ہوتے ہیں، جو کہ غلط ہے۔اس لئے کوشش کی جائے کہ بچہ ہرقسم کے موٹے جھوٹے کھانے پینے کا عادی ہو،اورکسی چیز سے ناک بھوں نہ چڑھائے ،اگرکوئی بچہ ایسا کرتا ہے،تو اس کا ایک علاج یہ ہے کہ اسے کچھ وقت کے لئے کھانا فراہم نہ کیا جائے جب اسے سچی بھوک لگے گی تو پھر مجبوراً اسے وہی چیز کھانی پڑے گی۔

اس طرح کھانے پینے سے ناک بھوں چڑھانے کی ایک وجہ تو یہ ہوتی ہے کہ بچہ کوصحیح سچی بھوک نہیں لگی ہوتی اس کا علاج یہ ہے کہ سچی بھوک لگنے کا انتظار کیا جائے۔ ﴿بقیہ صفحہ ۵۸ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ

ترتیب وحواشی: مفتی محمد رضوان

مکتوباتِ مسیحُ الامت

(سولھویں وآخری قسط)

(بنام محمد رضوان)

''مسیحُ الامت حضرت مولانا محمد مسیحُ اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کی وہ مراسلت جو مفتی محمد رضوان صاحب کے ساتھ ہوئی، ماہنامہ ''التبلیغ'' میں یہ مراسلت قسط وار شائع کی جارہی ہے''

آخری مکتوب

احقر جلال آباد سے جب فراغت کے بعد راولپنڈی آیا تو متعدد خطوط حضرت والا رحمہ اللہ کو ارسال کیے، حضرت رحمہ اللہ کے پاس جلال آباد قیام کے دوران جو مسئلہ اور ضرورت پیش آتی فوراً حضرت سے رجوع کر کے ہدایات حاصل کرلی جاتی تھیں۔لیکن حضرت والا سے دور ہوجانے کے بعد یہ دولت حاصل نہیں رہی اُدھر حضرت رحمہ اللہ پر ضعف درضعف کی حالت طاری تھی اور کمزوری کا یہ عالم تھا کہ خطوط کے جوابات کا سلسلہ بھی تقریباً موقوف تھالیکن حضرت والا رحمہ اللہ نے خصوصی شفقت وعنایت فرماتے ہوئے اپنے خادمِ خاص مولانا عنایت اللہ صاحب لندنی زید مجدہم (جو آج کل لندن میں درس وتدریس کی خدمات میں مشغول ہیں اور یہ جلال آباد میں بندہ کے بھی استاذ رہے ہیں) سے جواب تحریر کرایا جس میں احقر کے جمع شدہ تمام خطوط کے متعلق جامع ہدایات ونصائح املاء کرادیں۔

اِحقر کی جامعہ اسلامیہ صدر راولپنڈی میں افتاء وتدریس کے لئے تقرری ہوچکی تھی جس کی احقر نے حضرت والا کو اطلاع دیدی تھی۔خط کا مضمون یہ تھا:

مکرم زید مجدہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ! خیریت سے دل خوش ہوا۔اللہ تعالیٰ خیر وعافیت رکھیں۔آپ تعلیم کے کام میں مشغول ہوگئے، دل مسرور ہوا، اس سے افضل کوئی کام نہیں، اخلاص آپ کے اندر ماشاء اللہ موجود ہے، حرص وطمع سے نفرت، نظام میں دخل نہیں، اِدھر اُدھر نشست وبرخاست کے کام نہیں۔اِتَّقُوْا مَوَاضِعَ التُّھَمِ پیش نظر ہے ہی، بفضلہٖ تعالیٰ؛ حلِّ کتاب بوضاحت، گھر، باہر سب کے ساتھ، تلامذہ سے بھی حسنِ کلام، حسنِ خلق۔

رمضان شریف میں وہیں تراویح میں قرآن شریف سنایئے گا، یہاں آنا ابھی احتیاط کے خلاف ہے۔آپ کو تو حضرت والا حکیم الامت رحمہ اللہ کا ارشاد یاد ہوگا کہ ''ہر کام میں اسہل

واحوط کا لحاظ ہو"۔الحمدللہ تعالیٰ بندہ کی، چچامیاں و بھائی جان کی طبیعت بھی ہلکی ہے۔ [۱]

گھر میں عورتوں کے لئے بیان پورے پردے کے لحاظ کے ساتھ ہو، آمدورفت میں بھی عورتوں کے پردے کا پورالحاظ وتاکید ہو۔ یہ جواب سب سابقہ خطوط کا جواب ہے، دیگر خطوط اس خط میں رکھے جاسکتے نہیں ہیں، اس لئے سب کا جواب اسی ایک خط میں لکھدیا ہے۔

سب متعلقین کوسلام قبول ہو، اللہ تعالیٰ ہرطرح کی خیروعافیت سے نوازیں۔دستی خط کے ساتھ ہدیہ موصول ہوا، "جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء بارک اللہ تعالیٰ برکۃً تامۃً"

حضرت کے وِصال سے متعلق خط

حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ کے وِصال کے بعد جو اطلاع احقر کو جلال آباد سے بذریعہ خط بھیجی گئی، اُس کا مضمون درجِ ذیل تھا اور یہ خط بندہ کے استادِ محترم حضرت مولانا مفتی نصیر احمد صاحب رحمہ اللہ (سابق رئیس دارالافتاء مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد) کے قلم سے لِکھا ہوا تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"حضرت والا کا وِصال شبِ جمعہ سوا بارہ بجے مؤرخہ ۱۷ر جمادی الاولیٰ،۱۳رنومبر (۱۴۱۳ھ، ۱۹۹۲ء) کو ہوگیا ہے،انااللہ واناالیہ راجعون۔

حضرت کی آخری نصیحت "حُسنِ کلام وحُسنِ خُلق یعنی حِلم"۔والسلام

میرے والد صاحب رحمہ اللہ کا بندے کے نام آخری خط

مدرسہ مفتاحُ العلوم جلال آباد (ہندوستان) میں تعلیم کے دوران بندہ کا حضرت والد صاحب رحمہ اللہ سے خط وکتابت کا سلسلہ جاری تھا۔اور والد صاحب رحمہ اللہ کی دلی خواہش اور تمنا تھی کہ افتاء سے فراغت کے بعد سلوک واحسان کا تعلق حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ سے قائم رکھا جائے، افتاء سے فراغت کے بعد والد صاحب رحمہ اللہ نے اسی سلسلہ میں نصیحت آموز اور حوصلہ افزا یہ خط تحریر فرمایا اس وقت احقر جلال آباد خانقاہ میں الحمدللہ تعالیٰ حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیرِ تربیت تھا اس خط کے چند روز بعد حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کا وصال ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون گویا کہ یہ خط نصیحت کے ساتھ وصیت کی بھی حیثیت

---

[۱] چچامیاں رحمہ اللہ حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی تھے، جو بندہ کے استاد بھی تھے اور بھائی جان حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ کے اکلوتے بیٹے حضرت مولانا محمد صفی اللہ خان صاحب دامت برکاتہم (مہتمم مدرسہ مفتاحُ العلوم جلال آباد) کا لقب ہے۔محمد رضوان

Iqra Gulfaran

رکھتا ہے؛ اور والد صاحب رحمہ اللہ کی جستجو اور توجہات ہی احقر کے حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ کے ساتھ تعلق کا ذریعہ بنیں، لہٰذا والد صاحب رحمہ اللہ کے اس خط پر مکتوبات کا ختامۂ مسک کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برخودار مولانا مفتی مولوی حافظ قاری محمد رضوان خان تھانوی سلمہ الرحمٰن!

بعد دعاء عمر درازی وترقی درجات کے علم وعمل میں وہ درجات نصیب فرمادیں جہاں تک کہ ہمارا وہم وگمان بھی نہ جاسکے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ راستۂ سلوک اور اپنی معرفتِ کاملہ تامہ، دائمہ نصیب فرمادیں۔ برخوردار آپ نے آنے کے بارے میں لکھا ہے کہ میرا فی الحال ارادہ نہیں ہے۔ ہماری طرف سے بخوشی اجازت ہے اور دلی تمنا ہے کہ جتنا زیادہ سے زیادہ علم سیکھ لو، اب تو عمر بھی ہے اور وقت بھی ہے۔ اور حضرت والا کی جتنی خدمت ہو سکے اپنی جان سے بھی زیادہ کرو، یہ دولت پھر نہیں ملتی، اب وقت ہے لے لو۔ دیکھو ہمارے دادا پیر کی ہمارے پیر مولانا رحم الٰہی صاحب راجو پوری نے اپنے پیر حضرت مولانا رحم الٰہی صاحب منگلوری کی اتنی زبردست خدمت کی تھی کہ آبدست اپنے ہاتھ سے کراتے تھے اور ان کو ان کے پیر نے بشارت دی تھی کہ میں اپنے ہم نام کا پیدائش سے پہلے منتظر تھا کہ کب آتا ہے، اس لئے کسی بھی قسم کی خدمت ہو (حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ کی خدمت کے لئے) ہر وقت حاضر رہنا خدمت میں ہی عظمت ہے اور یہ نورِ محمدی ہے جو سینہ بسینہ چلا آتا ہے۔ اس کا حاصل کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے، جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے نواز دیتا ہے۔ بغیر اُس کے کرم کے کچھ نہیں ہوتا اور اللہ کا فضل ہے ہماری طرف سے تم بالکل بے فکر رہو۔ ہم بھی بے فکر ہیں، تمہاری والدہ کو تمہاری زیادہ محبت ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ میں پاسپورٹ بنوا کر اُن کو تمہارے پاس بھیج دونگا۔ تین ماہ رہ کر آجاویں گی۔ تمہارا بھی دل بہل جاوے گا، اور تمہاری والدہ کو بھی تسلی ہو جاوے گی۔ تم اپنے کام میں دل وجان سے لگے رہو۔ حضرت جی (حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ) سے سب کا سلام، دعا کی درخواست، مزاج پُرسی اور حضرت جی کی مالی خدمت بھی کرتے رہا کرو اگر ضرورت ہو لکھ دینا میں بھیج دوں گا، ہم لاہور گئے تھے دو رات رہ کر آئے ہیں، چھوٹی پیرانی صاحبہ کی بہت طبیعت خراب چل رہی ہے۔[۱] والسلام محمد غفران، راولپنڈی۔ ۱۴/۲/۱۹۹۲ء

---

[۱] چھوٹی پیرانی صاحبہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی چھوٹی اہلیہ محترمہ کو کہتے تھے، جو کہ حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب رحمہ اللہ کی ساس تھیں، اب ان کا وصال ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس

ترتیب: مفتی محمد رضوان

کیا عالم شرعی احکام سے بری ہے؟

مؤرخہ یکم جولائی ۲۰۰۷ء بروز اتوار صبح گیارہ بجے چند احباب سے حضرت مدیر نے درج ذیل خطاب فرمایا، جس کو مولانا محمد ناصر صاحب نے محفوظ ونقل کیا۔ (ادارہ......)

چند دن پہلے ایک مسجد کی انتظامیہ اور امام وخطیب کے درمیان تنازعہ پیدا ہو گیا تھا، اور اختلاف کی وجہ یہ تھی کہ مذکورہ مسجد کے خطیب وامام، مسجد میں اقامتی ورہائشی مدرسہ شروع کرنا چاہتے تھے، اور اس کا نظم ونسق اپنے ہاتھ میں لینا چاہتے تھے، جبکہ مسجد کی انتظامیہ اس چیز پر راضی نہیں تھی۔

کیونکہ تنازعہ غیر معمولی طول پکڑتا جا رہا تھا، اس لیے مسجد کی انتظامیہ نے اس سلسلہ میں شرعی حکم معلوم کرنے کے لیے ہمارے ادارہ کے دارالافتاء سے فتویٰ طلب کیا۔

سوال میں واضح طور پر تحریر کیا گیا تھا کہ مذکورہ مسجد کی موجودہ انتظامیہ نے خطیب وامام مذکور کو صرف امامت وخطابت کے لیے مقرر کیا تھا، اور مدرسہ کے اجراء وغیرہ کے بارے میں کچھ طے نہ ہوا تھا، اور نہ ہی دیگر اختیارات امام صاحب کو تحویل کیے گئے تھے۔

اس کا شرعی جواب واضح تھا کہ مذکورہ صورت میں امام صاحب کے لیے انتظامیہ کی رضامندی کے بغیر اس طرح مدرسہ کا اجراء درست نہیں، **لانهٗ خلاف اُصول الاجارة والمعاهدة۔**

بہر حال فتویٰ جاری ہو گیا۔

چند دن بعد میرے ایک رفیق کی ایک بڑے جامعہ کے مہتمم صاحب سے ملاقات ہوئی، جو کہ مذکورہ امام وخطیب صاحب کے حامی تھے۔

ان مہتمم صاحب نے میرے متعلق ان سے کہا کہ ''مفتی صاحب (یعنی مجھے) نہ جانے کیا ہو گیا، جو علماء کے خلاف اس قسم کے فتوے جاری کرتے ہیں، پہلے سے ہی علماء کو بڑی مشکلات پیش آ رہی ہیں، اس قسم کے فتووں سے اور مشکلات بڑھتی ہیں، ہم علمائے کرام کے احترام وتعظیم کی جدوجہد اور کوشش کرتے ہیں، اور مفتی حضرات اس قسم کے فتوے جاری کر کے ساری محنت پر پانی پھیر دیتے ہیں، وغیرہ وغیرہ؛ اور بھی نہ

جانے کیا کچھ کہا۔

چند دن بعد انہی صاحب کو مذکورہ امام وخطیب صاحب بھی کسی مقام پر ملے اور انہوں نے بھی اسی قسم کی باتیں کیں۔

میرے رفیقِ کار نے ان سے کہا کہ فتویٰ تو کوئی غلط جاری نہیں ہوا، بلکہ شرعی اُصولوں کے عین مطابق جاری ہوا ہے، اور مفتی تو سوال کا پابند ہوتا ہے، جیسا اس سے سوال کیا جاتا ہے وہ ’’صورتِ مسؤلہ، صورتِ مذکورہ‘‘ کی قید لگا کر جواب تحریر کرتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

بہرحال جب اس واقعہ کا مجھے علم ہوا تو بڑی حیرت ہوئی، اور افسوس بھی۔

اور میں نے جواباً کہا کہ اوّلاً تو کسی کو ہمارے معاملہ میں مداخلت کی ضرورت ہی نہیں، جب ہم دوسروں کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتے تو دوسروں کو ہمارے معاملات میں مداخلت کا کیا حق پہنچتا ہے؟

جہاں تک شرعی مسئلہ کا تعلق ہے تو وہ علماء ومفتیانِ کرام کی ذمہ داری ہے، اور شرعی حکم دریافت کرنے پر اس کا صحیح صحیح جواب دینا یہ اہلِ حق علماء کا منصب ہے اور کسی عالم یا بڑے عہدہ والے کی رعایت کرتے ہوئے دنیا کی فاسد غرض کی خاطر شرعی حکم کو چھپالینا یا اس میں کوئی تحریف کرنا، یہ علماءِ سوء کی نشانی اور احبار ورھبان کا طریقہ ہے، جس کی اللہ تعالیٰ نے قران مجید میں جابجا مذمت بیان فرمائی ہے؛ شرعی حکم بیان کرنے کو مداخلت سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔

اور اصل اور بڑی مداخلت تو یہ ہے کہ شرعی حکم بتلانے والے کو مَورَدِ الزام ٹھہرایا جائے، یہ بڑی مداخلت اس لیے ہے کہ یہ شریعت میں مداخلت کرنا اور شرعی احکام میں ٹانگ اڑانا ہے۔

ہاں اگر شرعی حکم غلط بتلایا گیا ہے تو اس پر بات کرنے کا حق ہے؛ اگر کسی کو اس حکم کے صحیح وغلط ہونے میں شک ہے، قطع نظر اپنی ذاتیات کے، تو اسے اس پر تحقیق واستفسار کا حق حاصل ہے، لیکن شرعی حکم صحیح ہوتے ہوئے بلکہ اسے حق سمجھتے ہوئے پھر بھی اس سے ذاتی اغراض کی بناء پر اختلاف کرنا یہ سخت جرم ہے۔

کسی کے شرعی اور صحیح حکم بیان کرنے پر کسی کو پابندی لگانے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

افسوس کہ وہ علمائے کرام جن کے ذمہ شرعی احکام کی تبلیغ کی ذمہ داری تھی، وہ بجائے خود شرعی احکام بیان کرنے اور ان پر عمل کرنے کے اگر دوسرے پر بھی شرعی حکم بیان کرنے میں رُکاوٹ ڈالیں گے تو پھر دین کا اللہ ہی حافظ ہے۔

اس وقت ایک بڑی خرابی معاشرہ میں تعصب اور تملق کی پیدا ہوگئی ہے۔

تملق چاپلوسی کو کہتے ہیں، جو شرعاً حرام ہے، یعنی دنیا کی فاسد غرض خواہ مال کی ہو یا جاہ کی، اس کی خاطر دوسرے کو خوش کرنے کے لیے اوپر اوپر سے چکنی چوپڑی باتیں کرنا، جسے آج کل مکھن لگانا کہتے ہیں، یہ تملق یا چاپلوسی ہے۔

بعض لوگ تو اس روحانی بیماری کے باعث شرعی حکم بیان کرنے سے محروم رہتے ہیں، اور بعض تعصب کی وجہ سے محروم رہتے ہیں، یہ تعصب کی بیماری بھی آج کل تقریباً ہر شعبہ میں داخل ہوگئی ہے، خواہ سیاست کا شعبہ ہو، یا معاشرت کا، یا تجارت کا، یا مذہبی اداروں کا، اور یہ عصبیتیں بھی مختلف طبقوں میں مختلف نوعیّتوں کی ہیں، مثلاً لسانیت پر مبنی تعصب، اسی طرح علاقائیت، وطنیت، قومیت وغیرہ پر مبنی تعصّبات؛ پھر کسی خاص پیشہ کا، کہ اپنے شعبہ والے کی ہر حال میں طرف داری کی جاتی ہے، خواہ وہ حق پر ہو یا ناحق پر ہو۔

اسی طرح بعض اہلِ علم میں بھی یہ بیماری داخل ہوگئی ہے کہ وہ اہلِ علم کی جا اور بے جا ہر حال میں طرف داری کرتے ہیں، اور صرف اس وجہ سے کہ وہ ان کے شعبہ سے تعلق رکھتا ہے، اس کو صحیح اور دوسرے کو غلط کہتے ہیں بعض علماء کا ایسا حلقہ بھی ہے جو مسجدوں پر اپنی قوم اور اپنے علاقہ کے شخص کو امامت وخطابت کے لیے ترجیح دیتے ہیں، خواہ اس میں اہلیت ہو یا نہ ہو، لوگوں کی نمازیں مکروہ ہوں، یا غارت ہوں، اس سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

اور اسی لیے شریعت میں تعصب کو حرام قرار دیا گیا ہے کہ اسی کی وجہ سے حق و باطل کی تمیز انسان کو نہیں رہتی، سچ اور جھوٹ میں فرق کرنے کی صلاحیت اس تعصب کے نتیجہ میں مغلوب ہوجاتی ہے، اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ شرعی حکم بیان کرنے سے علماء کے لیے مشکلات پیدا ہوتی ہیں، یا وہ عوام میں بدنام ہوتے ہیں، تو یہ بالکل غلط سوچ ہے۔

اور واقعہ یہ ہے کہ شرعی احکام کو توڑنے کے نتیجہ میں جس طرح آخرت کی حقیقی عزت سے انسان محروم ہوجاتا ہے، دنیا کی غیر حقیقی عزت سے بھی محروم ہوجاتا ہے، اس کی وجہ سے لوگوں کے دل ودماغ میں انسان کی عزت نہیں رہتی، ہم لاکھ سمجھتے رہیں کہ عزت ہے۔

اور اصل عزت اور وقار جو کہ آج علماء کا ختم یا کم ہوگیا ہے یا ہو رہا ہے، اس کی بڑی وجہ خود یہ تعصّبات، مداہنت، نا اہلیت اور مختلف رسوم ومنکرات میں ملوّث ہونا ہے، ایک عالم کی اس قسم کی غلطی سے دوسرے

حق پرست علماء بھی بدنام ہوتے ہیں۔

شرعی حکم بیان کرنا اور کسی عالم پر بحیثیتِ عالم ہونے کے اعتراض کرنا دو الگ الگ چیزیں ہیں۔

پہلا شریعت کا حکم ہے اور وارثینِ انبیاء کا فرضِ منصبی؛ اور دوسرا شریعت کا حکم نہیں بلکہ گناہ اور موجبِ وبال ہے پس کسی عالم پر لاگو ہونے والے شرعی حکم کو ظاہر کرنے سے یہ کیونکر لازم آ گیا کہ یہ اس عالم پر بحیثیت عالم کے اعتراض ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے اکابرین جو حق پرست تھے، انہوں نے ہمیشہ شرعی حکم بیان فرمایا، اور اور کسی عالم پر لاگو ہونے والے شرعی حکم کو محض اس کے عالم ہونے کی وجہ سے چھپایا نہیں، ہمارے اردو فتاویٰ میں اس قسم کے فتاویٰ کثرت سے موجود ہیں، خواہ نماز کی امامت کا مسئلہ ہو، یا مسجد میں مدرسہ قائم کرنے کا مسئلہ ہو، یا مسجد کی حدود میں قیام اور وہاں تدریس کا مسئلہ ہو، یا متولی اور واقف یا انتظامیہ سے اختلاف کا مسئلہ ہو؛ یہ سب اور اس جیسے ہزاروں مسائل فتاویٰ کی کتابوں میں موجود ہیں۔

آج بعض دینی مدارس میں تو مفتی حضرات کو فتوے دینے کا کلّی اختیار بھی نہیں ہے۔

بہت سی پابندیاں عائد ہیں، اور ان پابندیوں میں زیادہ دَخَل نفسانی اغراض کو ہے۔

ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اکابرین کی دعاؤں وتوجہات کی برکت سے فتاویٰ کے شعبہ میں تملق یا تعصب سے کام نہیں لیا، اور نہ آئندہ کے لیے اس قسم کا کوئی ارادہ ہے؛ لہٰذا ہم سے کوئی ایسی توقع نہ رکھے، اور اعتراض کرنے والوں کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف کریں اور اپنی قبر وآخرت کو سامنے رکھ کر چلیں۔

اگر ایسا نہیں کرتے تو دنیا میں بھی مختلف قسم کے عذابات اور مصائب کا سامنا کریں گے (جیسا کہ کر بھی رہے ہیں، گو اپنی شامتِ اعمال کے باعث مانتے نہیں) اور آخرت میں بھی کریں گے۔

اس قسم کا یہ واقعہ کوئی میری زندگی کا نیا واقعہ نہیں ہے، بلکہ وقتاً فوقتاً اس طرح کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں، اور میں نے مجبور ہو کر اس پر لب کشائی کی ہے، تاکہ حقیقت واضح ہو، اور اس بیماری سے جو اپنے آپ کو بچانا چاہتا ہو، بچا کر رکھے۔

اور میرے احباب ورفقائے کار تو کم از کم اس بات کو سمجھ سکیں کہ شرعی احکام سب کے لیے ہیں؛ خواہ کوئی عالم ہو یا عامی، شرعی احکام سے کوئی بَری نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اکابرین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

علم کے مینار مولانا محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

صبر واستقامت کے پیکر

مضمون کا یہ عنوان ''صبر واستقامت کے پیکر'' خود ایک کتاب کا بھی عنوان ہے، یعنی نام ہے۔ یہ کتاب عربی زبان سے اردو میں ترجمہ ہوئی ہے۔ اصل کتاب عالمِ اسلام کے مشہور عالم، عظیم محدث، عبقری شخصیت، سرزمین شام کے نامور سپوت، شیخ ابوالفتاح ابو غدہ علیہ الرحمہ (جو قریبی زمانے میں فوت ہوئے) کی ''صفحات من صبر العلماء'' ہے۔

کتاب کے دیباچے میں کتاب کا تعارف آپ نے جو لکھا ہے اس کا مفہوم ملاحظہ ہو'' مجھے کتابوں کے مطالعہ کے دوران علماء متقدمین کے بہت سے حالات کا علم ہوا اور علم حاصل کرنے کے دوران جن مصیبتوں، مشقتوں اور تکلیفوں سے وہ گزرے ان کا بھی نقشہ سامنے آیا، علم کے ان شیدائیوں اور سچے عاشقوں کی زندگی کے حالات پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ نہایت کٹھن اور تنگی ومشکلات سے پُر زندگی انہوں نے گزاری۔ میرے گمان کے مطابق ان شہیدانِ علم کی زندگی کا نقشہ عبرت کا ایک ایسا مرقع ہے جس سے واقفیت ہمارے تعلیم یافتہ نوجوانوں، نئی نسل اور ان سب لوگوں کے لئے ضروری ہے جو اپنے ماضی کے بارے میں احساسِ کمتری میں مبتلا ہیں۔ اس واقفیت کے بعد انہیں اسلامی علوم کی قدر وقیمت معلوم ہوگی جو ان کو آج تیار حالت میں چُنے ہوئے پھلوں کی صورت میں مل گئے حالانکہ ان علوم کی تحصیل وتدوین اور نقل و ضبط (تحریر) میں انتہائی درجے کی انسانی کوششیں صرف ہوئیں اور بے حد وحساب قربانیاں دی گئی ہیں۔

یہ کتاب اپنے موضوع پر وقت کے ایک بڑے عالم کی نہایت عمدہ کوشش وکاوش ہے۔

اردو میں اس کے ایک سے زیادہ ترجمے ہوئے ہیں۔ ایک ترجمہ جو بہت عرصہ پہلے آچکا تھا دارالعلوم دیوبند انڈیا کے عالم مولانا عبدالستار قاسمی سنبھلی صاحب دامت برکاتھم کا ہے'' صبر واستقامت کے پیکر'' اسی کا نام ہے، دوسرا ترجمہ اسلام آباد پاکستان کے مشہور عالم قاری محمد شریف ہزاروی صاحب زیدہ مجدہ نے'' تلاش علم'' کے نام سے کیا۔ دونوں بزرگ مبارکباد کے مستحق ہیں کہ اردو داں طبقے کے لئے انہوں نے سلف کی علمی کاوشوں اور قربانیوں کا یہ انمول خزانہ ان کی زبان میں پیش کردیا۔ جزاھم اللہ عنا وعن جمیع المسلمین

Idara Ghufran

اس کتاب سے ہم بطور "مشتے از خروارے" چند علماء سلف کی علمی و تعلیمی زندگی کے متعلق اقتباسات پیش کرتے ہیں جس سے یہ اندازہ بھی بآسانی ہو سکے گا کہ ان ہستیوں کو جوّال وسیّار کا خطاب کیوں ملا۔ واقعی اپنی دشت نوردیوں، کوہ پیمائیوں اور ملک ملک، نگر نگر کی خاک چھاننے کی وجہ سے یہ لوگ اس لقب کے پورے پورے مستحق تھے ؎

تھک کے ہر مقام پر دو چار رہ گئے تیرا پتہ نہ پائیں تو ناچار کیا کریں

"امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا ملکوں اور شہروں میں مارے مارے پھرنا"

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میں علم وسنت کی تلاش میں جگہ جگہ مارا مارا پھرا ہوں، سمندروں کے ساحلوں پر، ملک مغرب (مراکش)، الجزائر، مکہ، مدینہ، حجاز، یمن، تمام عراق، خراسان، اور پہاڑوں، وادیوں سب میں گھوم پھر کر پھر بغداد لوٹا ہوں (صفۃ الفتویٰ والمفتی والمستفتی)

ابو حاتم رازی کا سات سالہ پیدل سفر (پیدائش ۱۹۵ھ وفات ۲۷۷ھ)

ان کے بیٹے ابن ابی حاتم جو حافظ حدیث اور اپنے وقت کے امام تھے، اپنی کتاب تقدمۃ الجرح والتعدیل میں آپ کے متعلق بیان کرتے ہیں، میں نے ابا جان کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"میں طلبِ حدیث میں سب سے پہلے باہر نکلا تو سفر کرتے کرتے سات سال کا عرصہ ہوگیا تھا میں نے اپنے پیروں سے (پیدل) جو مسافت طے کی ہے وہ ایک ہزار فرسخ (پانچ ہزار کلومیٹر) سے زیادہ ہے۔ ایک ہزار فرسخ تک تو میں گنتا رہا لیکن جب مسافت اس سے بھی بڑھ گئی تو پھر گننا چھوڑ دیا، میں کوفہ سے بغداد کتنی دفعہ پیدل آیا ہوں؟ بتا نہیں سکتا۔ کئی دفعہ مکہ سے مدینہ، مدینہ سے مکہ آنا جانا ہوا، میں پیدل مصر گیا ہوں اور پیدل ہی مصر سے رملہ (فلسطین) اور رملہ سے بیت المقدس اور پھر رملہ سے عسقلان، اور طبریہ (اردن) اور طبریہ سے دمشق (شام) اور دمشق سے حمص اور حمص سے انطاکیہ اور انطاکیہ سے طرطوس پہنچا ہوں، اس کے بعد میں طرطوس سے دوبارہ حمص لوٹا، اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ابوالیمان کی حدیث کا کچھ حصہ سننے سے رہ گیا تھا۔ وہاں دوبارہ آکر اسے سنا۔ پھر حمص سے بیسان، اور بیسان سے رقہ اور رقہ سے فرات (عراق) پار کرتا ہوا بغداد پہنچا، ملک شام جانے سے پہلے واسط سے

دریائے نیل (مصر) اور وہاں سے کوفہ (عراق) پہنچا۔ اور بیٹے! یہ سب پیدل سفر تھا پیدل اس پہلے سفر میں میری عمر ۲۰ سال تھی۔ سات سال سفر میں لگے میں اپنے وطن رے (ایران) سے رمضان ۲۱۳ھ میں چلا تھا اور واپس ۲۲۱ھ میں پہنچا، دوسری مرتبہ ۲۴۲ھ میں جانا ہوا اور واپسی ۲۴۵ھ میں ہوئی اس وقت میری عمر ۴۷ سال تھی (صبر واستقامت کے پیکر ص ۳۷)

فضل شعرانی کا روئے زمین پر گشت

حافظ ذہبی ''تذکرۃ الحفاظ'' میں امام فضل شعرانی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فضل بن محمد بن مسیّب بیہقی شعرانی (متوفی ۲۸۲ھ) فن حدیث میں حافظ وامام ہیں اور طلب علم میں دنیا بھر میں گھومے ہوئے ہیں، ابن موصل کہتے ہیں ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ اندلس کو چھوڑ کر دنیاء اسلام کا کوئی ایسا ملک نہیں جہاں فضل شعرانی طلبِ حدیث کی خاطر نہ پہنچے ہوں'' (تذکرۃ الحفاظ ۲/ ٦۲۷)

حافظ ابن مندہ کی ۴۵ سالہ مسافرت

حافظ ذہبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں ابوعبداللہ بن مندہ کے حالات میں لکھا ہے کہ:

''ابوعبداللہ ۳۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور وفات ۳۹۵ھ میں ہوئی آپ کے اساتذہ جن سے آپ نے علمِ حدیث حاصل کیا ۱۷۰۰ کے قریب ہیں۔ جب آپ اپنے طویل سفر سے واپس ہوئے تو آپ کی کتابیں اونٹوں پر لدی ہوئی تھیں بعض نے لکھا ہے ۴۰ اونٹوں پر لدی ہوئی تھیں۔ (اور یہ چھاپہ خانے یا کمپیوٹر کا دور نہ تھا ہاتھ سے ہی لکھا جاتا تھا جو لکھا جاتا تھا)

ہمارے علم میں ابھی تک اس امت کا ایسا فرد نہیں آسکا جس نے امام موصوف کے بقدر احادیث سنی ہوں، یا ان کے برابر روایات جمع کی ہوں...... آپ کا سب سے پہلا سفر ۳۳۰ھ سے کچھ پہلے نیشاپور کی طرف ہوا، حاکم کہتے ہیں شیخ سے ہماری ملاقات ۳٦۱ھ میں بخارا (ازبکستان) میں ہوئی اور آپ نے علم میں زبردست اضافہ فرمایا، پھر ہماری ملاقات نیشاپور میں اس وقت ہوئی جبکہ موصوف اپنے وطن واپس جارہے تھے، آپ ۲۰ سال کے تھے جب سفر شروع کیا تھا اور واپس ہوتے وقت ٦۵ سال عمر ہوچکی تھی اس طرح آپ نے سفر میں ۴۵ سال کا عرصہ گزارا۔'' خود فرماتے تھے میں مشرق ومغرب میں دوبار گھوما ہوں'' (تذکرۃ الحفاظ ۳/ ۱۰۳۲)

Idara Ghufran

شہیدِ علم محمد بن طاہر مقدسی

محمد بن طاہر مقدسی بیت المقدس میں ۴۴۸ھ کو پیدا ہوئے اور ۵۰۷ھ میں آپ کی وفات ہوئی آپ کی نادرِ روزگار کتاب ''الجمع بین رجال الصحیحین'' ہے، حافظ سمعانی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے بعض اساتذہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ:

محمد بن طاہر ایک رات میں تقریباً ۱۷ فرسخ (۸۹ کلومیٹر) مسافت طے کر لیتے تھے اور ہمیشہ ایک دن رات میں ۲۰ فرسخ (لگ بھگ ۱۰۰ کلومیٹر) پیدل چلا کرتے تھے۔ آپ نے جن علاقوں میں حدیث کی سماعت کے لئے گشت کیا وہ یہ تھے، مصر، شام کی سرحدیں، ملک شام، حجاز، جزیرہ، عراق، فارس، خراسان، اسکندریہ، تنّیس، بیت المقدس، دمشق، حلب، مکہ، بغداد، اصبہان، جرجان، آمِد، نیشاپور، ہرات اور مرو وغیرہ۔ غالبًا آپ کے عہد میں نہ کسی نے اتنا سفر کیا ہوگا اور نہ اتنی بڑی بڑی حدیث کی کتابیں اپنے ہاتھ سے لکھی ہوں گی، خود فرماتے ہیں میں نے بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف، میں سے ہر ایک کو سات مرتبہ اور سنن ابن ماجہ کو دس مرتبہ اجرت پر اپنے ہاتھ سے لکھا ہے، اس کے علاوہ بھی بہت سی کتابوں کی کتابت خود کی ہے۔ آپ کا بیان ہے طلبِ حدیث میں چلتے چلتے مجھے دو مرتبہ خون کا پیشاب آیا ہے ایک مرتبہ بغداد میں اور دوسری مرتبہ مکہ میں.......... میں حصولِ علم کی راہ میں سوائے ایک مرتبہ کے کبھی سواری پر نہیں چڑھا، اپنی کتابوں کو کمر پر لادے مختلف شہروں اور ملکوں میں پہنچتا اور وہاں حدیث پاک کی سماعت میں لگ جاتا، طالب علمی کے زمانے میں کبھی کسی سے سوال نہیں کیا البتہ بغیر مانگے جو مل جاتا اس پر گزارہ کرتا تھا (صبر واستقامت کے پیکر ص۱۵۹ تا ۱۶۱)

یہ ایک جھلک ہے آسمانی ہدایت اور علوم کو محفوظ کرنے اور اپنی اصلی شکل میں آنے والی نسلوں تک پہنچانے اور رہتی دنیا تک کے لئے پیغامِ الٰہی اور احکامِ شریعت کو دوام واستحکام بخشنے کے لئے علماء امت اور وارثین انبیاء کی جہدِ مسلسل اور جانفشانیوں وقربانیوں کی۔

پوری امت کی گردنیں ان اساطینِ امت اور جبال العلوم کے زیرِ بار احسان ہیں، انہوں نے مختلف علوم و فنون کے انمول موتی چننے کے لئے اور خصوصاً حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی

ایک ایک بات کی چھان پھٹک کر کے کھرے کھوٹے کو الگ الگ کرنے کے لئے صدیوں تک مشرق و مغرب کی خاک چھانی ہے اور بحر و بر، خشک و تر اور دشت و جبل کی دوریوں، فاصلوں اور وسعتوں کو اپنے قدموں سے ناپا ہے اور اپنی تیز گامیوں اور تشنہ کامیوں کی بازی گاہ بنایا ہے۔ اسلامیوں کے علمی جنون کی یہ داستانیں صرف مذہبی و دینی علوم کے گرد ہی نہیں گھومتیں بلکہ مادی و معاشی اور سب کائناتی اشیاء کے بارے میں علم و تحقیق ان کا میدانِ عمل رہا ہے، ان کی ان کوششوں و کاوشوں کے نتیجے میں ہی کئی سو سال کے عرصے میں وہ عظیم الشان اسلامی کتب خانہ وجود میں آیا جس میں زمین سے آسمان تک اور عرش سے فرش تک کے بے شمار علوم و اسرار محفوظ ہو گئے، یہ عظیم اسلامی کتب خانہ علوم و فنون اور حکمت و دانش کا ایسا گلدستہ ہے جو گلہائے رنگا رنگ پر مشتمل ہے۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور ان کے اصول، علم الکلام، ادب و بلاغت، طب و حکمت، لغت، منطق، فلسفہ و ہیئت، ریاضی و ہندسہ، کیمیا، تاریخ، نباتات، جمادات، حیوانات پر تحقیقات ان سب علوم و فنون سے اسلامی کتب خانے کا سدا بہار چمن اپنی بہارِ جانفزا دکھاتا ہے۔ قوموں اور ملکوں نے، مغربیوں اور یورپینوں نے اسلامیوں کے اسی چمن سے خوشہ چینی کر کے شرح و تحقیق کے جام لنڈھائے ہیں۔ ایجاد و اختراع کے انبار لگائے ہیں، اور سائنس و ٹیکنالوجی کی نئی دنیا بسائی ہے۔ ؎

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے　　یہ سب پودا نہی کی لگائی ہوئی ہے

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۴۶ ’’اولاد کی تربیت کے آداب‘‘﴾

اور ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ والدین بچہ کی ہر اچھی بُری ضد پوری کرنے کے عادی ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے بچہ کی عادت بگڑ جاتی ہے۔

اسی طرح بچہ کو لباس کے معاملہ میں ہر قسم کا کپڑا پہننے کا عادی بنایا جائے۔ بعض بچوں میں فیشن اور بڑائی و دکھلاوے کا مرض شروع ہی سے پیدا ہو جاتا ہے، اگر اس سلسلہ میں بچہ کو قابو نہ کیا جائے تو اس کی عادت ساری زندگی کے لئے بگڑ جاتی ہے، اور وہ فیشن پرستی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اسی کے ساتھ بچہ کو تاکید کی جایا کرے کہ وہ کام کاج پھرتی اور چستی سے کیا کرے، جب والدین اور مربی اپنے بچہ کو جفاکش اور محنت کا عادی بنانے کے لئے فکر مند ہوں گے تو انہیں مختلف ایسے کام نظر آئیں گے جو بچہ کو اس کا عادی بنانے کے لئے مددگار اور مفید ثابت ہو سکتے ہیں، اور اصل ذمہ داری تو مربی اور والدین ہی کی ہے۔

تذکرۂ اولیاء امتیاز احمد

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

تذکار اہلِ بیتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ اور فاطمۃ الزہراؓ رضی اللہ عنہن تھیں۔

(۱)......حضرت زینب رضی اللہ عنہا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ بعثت سے دس سال پہلے پیدا ہوئیں۔

نکاح: ابوالعاص بن ربیع لقیط سے جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خالہ زاد بھائی تھے نکاح ہوا۔

عام حالات: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس وقت اپنے سسرال میں تھیں غزوہ بدر میں ابوالعاص (کفار کی طرف سے شریکِ جنگ تھے) گرفتار ہوگئے اور اس شرط پر رہا کئے گئے کہ مکہ جا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ بھیج دیں گے۔

ابوالعاص نے مکہ جا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ کیا۔

کفارِ مکہ نے تعرّض کیا جس سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو غیر معمولی تکلیف بھی اٹھانی پڑی بعد میں پھر رات کے وقت نظر بچا کر نکل آئے اور مدینہ پہنچ گئے۔

۶ھ میں ابوالعاص دوبارہ گرفتار ہوئے تو اسلام لے آئے اور مدینہ میں رہنے لگے۔

وفات: ۸ھ میں انہوں نے انتقال کیا۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا، حضرت سودہ، حضرت ام سلمہ اور ام عطیہ رضی اللہ عنہن نے غسل دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی۔

اولاد: حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اولاد میں ایک لڑکا علی رضی اللہ عنہ اور ایک لڑکی امامہ رضی اللہ عنہا چھوڑے۔ فتح مکہ میں یہی علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ زہے قسمت............

Idara Ghufran

اور امامہ رضی اللہ عنہا عرصہ تک زندہ رہیں ان کا حال آگے آتا ہے۔

(۲)......حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

مشہور روایت کے مطابق یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی ہیں جو سات سال قبل نبوت پیدا ہوئیں۔

نکاح: پہلا نکاح ابولہب کے بیٹے (عقبہ) سے ہوا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسری صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ابولہب کے دوسرے بیٹے سے ہوا تھا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا تو ابولہب نے اپنے بیٹوں کو کہا کہ ''اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹیوں سے علیحدگی اختیار نہیں کرتے تو تمہارے ساتھ میرا اٹھنا بیٹھنا حرام ہے۔'' چنانچہ دونوں بیٹوں نے طلاق دیدی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

وفات: ۲ھ غزوہ بدر کا سال تھا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے دانے نکلے اور نہایت سخت تکلیف ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر کو روانہ ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تیمارداری کے لئے چھوڑ دیا۔ عین اسی دن جس دن مدینہ میں فتح کی خبر پہنچی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔

اولاد: ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ تھا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ اسی کے نام پر تھی چھ سال تک زندہ رہا۔ ایک مرتبہ ایک مرغ نے اس کے چہرہ پر چونچ ماری جس سے وہ انتقال فرما گئے۔ یہ جمادی الاولیٰ ۴ھ کا واقعہ ہے، عبداللہ کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

(۳)......حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

یہ تیسری صاحبزادی ہیں اور کنیت ہی کے ساتھ مشہور ہیں۔

نکاح: ۳ھ میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد ربیع الاول میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا۔

وفات: نکاح کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ۶/ سال تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہیں اور شعبان ۹ھ میں وفات پائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت ابوطلحہ، حضرت علی، فضل بن عباس۔ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتارا۔

Idara Ghufran

اولاد: کوئی نہیں ہوئی۔

(۴)......حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

فاطمہ نام، زہرا لقب تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے کم سن تھیں۔ سن ولادت میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق بعثت کے پہلے سال پیدا ہوئیں۔ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ بعثت سے ۵/سال پہلے پیدا ہوئیں۔

نکاح: ذی الحجہ ۲ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب نئے گھر میں گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ دروازے پر کھڑے ہو کر اجازت مانگی پھر اندر آئے۔ ایک برتن میں پانی منگوایا، دونوں ہاتھ اس میں ڈالے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینہ اور بازوؤں پر پانی چھڑکا، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا، وہ شرم سے لڑکھڑاتی آئیں، ان پر بھی پانی چھڑکا، اور فرمایا کہ میں نے اپنے خاندان میں سے بہترشخص سے تمہارا نکاح کیا ہے۔

وفات: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کو چھ ماہ گزرے تھے کہ رمضان ۱۱ھ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی کہ ''میرے خاندان میں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے آکر ملوگی''، پوری ہوئی۔

یہ منگل کا دن اور رمضان کی تیسری تاریخ تھی۔

اولاد: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پانچ اولادیں ہوئیں۔

حسن، حسین، محسن، ام کلثوم، زینب رضی اللہ عنہم اجمعین

محسن تو بچپن میں ہی فوت ہوگئے اور حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نکاح فرمایا ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اور دوسری بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ہوا اور ان سے اولاد بھی ہوئی اور باقی دو صاحبزادے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے حالات تو روزِ روشن کی طرح عام وخاص سب جانتے ہیں۔

حلیہ: حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا حلیہ مبارک جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا جلتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو، لب ولہجہ اور نشست و برخاست کا طریقہ بالکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا تھا۔ اور رفتار بھی بالکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

رفتار جیسے تھی۔

حضرت امامہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب: ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں جو زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن سے پیدا ہوئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی ہوئیں۔سلسلہ نسب یہ ہے امامۃ بنت ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزیٰ بن عبدشمس بن عبدمناف

نکاح: ۱۱ھ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا۔حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے نکاح پڑھایا۔ ۴۰ھ میں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو مغیرہ بن نوفل (عبدالمطلب کے پڑپوتے) سے نکاح ہوگیا۔

وفات: حضرت امامہ رضی اللہ عنہا نے مغیرہ کے ہاں وفات پائی۔

اولاد: مغیرہ سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام یحییٰ تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادگان

زیادہ قابل اعتماد قول کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تین صاحبزادے تھے:

(۱)......قاسم (۲)......عبداللہ (۳)......ابراہیم

(۱)......حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد مبارک میں سب سے پہلے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نبوت سے قبل مکہ میں پیدا ہوئے۔انہی کے نام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم تھی۔

(۲)......حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

نام عبداللہ لقب طیب وطاہر تھا (بعض کا قول ہے کہ طیب وطاہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوصاحبزادے تھے جو حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ کے علاوہ تھے یہ قول زیادہ قابلِ اعتماد نہیں) بعثت کے بعد پیدا ہوئے اور بچپن میں ہی فوت ہوگئے۔

یہ دونوں صاحبزادے حضرت قاسم وحضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے

تھے۔

(۳)......حضرت ابراھیم رضی اللہ عنہ

ہجرت کے آٹھویں سال ماہ ذی الحجہ میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا [1] کےبطن سے پیدا ہوئے۔ پیدائش کے ساتویں روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری عقیقہ میں ذبح فرمائی اور سر کے بالوں کے ہموزن چاندی مسکینوں میں خیرات کی اور دودھ پلانے کے لئے ایک مرضعہ (دودھ پلانے والی) کومقرر فرمایا۔

وفات: حضرت ابراھیم رضی اللہ عنہ نے ۱۰ھ ربیع الاول بروز منگل ۱۶/ماہ کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابراھیم رضی اللہ عنہ کو دیکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دم توڑ رہے تھے یہ دیکھ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھیں بھر آئیں اور فرمایا:

العین تدمع والقلب یحزن وانا لا نقول الا بما یحب ربنا ویرضیٰ وانا لفراقک لمحزونون یا ابرھیم

آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی ہیں، دل رنجیدہ ہے، اور ہم سوائے اس بات کے جس سے ہمارا پروردگار راضی ہے اور کچھ نہیں کہتے:

اے ابراھیم ہم تیرے لئے غمگین ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا کہ اسکی دودھ پلائی جنت میں پوری ہوگی (کیونکہ دودھ پلانے کا زمانہ دوسال ہوتا ہے اور حضرت ابراھیم رضی اللہ عنہ ۱۶ ماہ کی عمر میں فوت ہوگئے تھے تو نبی علیہ السلام کی برکت سے ان کے اعزاز کے طور پر جنت میں ان کی مدتِ رضاعت پوری کی جائے گی)

رضی اللہ عنہن وعنہم

---

[1] حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی تھیں جن کو مقوقس شاہ اسکندریہ نے بطور ہدیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تھا حضرت ماریہ قبطیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت ۱۶ھ میں انتقال فرمایا اور بقیع میں دفن ہوئیں۔

پیارے بچّو! حافظ محمد ناصر

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

بچو! نماز ضرور پڑھا کرو

پیارے بچو! جس طرح ہر عمارت اور بلڈنگ کے لیے ستونوں کا ہونا ضروری ہے، اور بغیر ستون کے کوئی عمارت بھی کھڑی نہیں ہوسکتی، اسی طرح نماز اسلام کا ستون ہے، نماز کے بغیر آدمی کا اسلام ٹھیک نہیں ہوتا بلکہ خراب ہوتا ہے۔ بچو آج ہم تمہیں نماز کے بارے میں کچھ باتیں بتائیں گے۔

پورے دن میں اللہ میاں نے ہر مسلمان کو پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا ہے، اور یہ بات تو ہر مسلمان جانتا ہے کہ اللہ میاں جو کام کرنے کا حکم دیتے ہیں، اس پر عمل کرنے کے بہت زیادہ فائدے ہوتے ہیں، اور عمل نہ کرنے کے بہت زیادہ نقصان ہوتے ہیں؛ مثلاً نماز پڑھنے والوں سے اللہ میاں خوش ہوتے ہیں، نماز پڑھنے والے لوگ صاف ستُھرے رہتے ہیں، اُن کے ہاتھ، منہ، پاؤں، جسم اور کپڑے سب میل کچیل اور گندگیوں سے صاف ہوتے ہیں، اور نماز پڑھنے والے بہت سی بیماریوں سے بچے رہتے ہیں، اگر نماز صحیح طریقے سے پڑھی جائے تو ذہن بھی تیز ہوتا ہے، نمازی آدمی کے چہرے پر نور ہوتا ہے، اس کا دل بھی نورانی ہوتا ہے، وہ خوبصورت ہوتا ہے، نماز پڑھنے والا خوش خوش رہتا ہے، پابندی سے نماز پڑھنے سے انسان وقت کا پابند بنتا ہے۔ اس کے علاوہ نماز پڑھنے سے اور بھی بہت سے دنیا کے اور آخرت کے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ جو لوگ نماز کو صحیح طرح پڑھتے ہیں تو نماز ایسے لوگوں کو غلط کاموں اور گندی باتوں سے روکتی ہے۔ ایک مرتبہ حضورﷺ نے اپنے ساتھیوں یعنی صحابہ سے کہا کہ:

''پانچ نمازوں کی مثال ایسی ہے جیسے تم میں سے کسی شخص کے گھر کے سامنے سے میٹھے پانی کی نہر چلتی ہو، اور وہ شخص اس نہر میں پانچ مرتبہ نہاتا ہو، تو کیا ایسے شخص کے جسم پر کچھ میل باقی رہے گا؟''

ظاہر ہے کہ ایسے شخص کے جسم پر کچھ بھی میل کچیل باقی نہیں رہے گا۔

تو بچو! پانچوں نمازیں پڑھنے والے شخص کے جسم پر بھی گناہوں کی گندگیاں اور میل کچیل باقی نہیں رہتا۔

اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمدﷺ نے فرمایا کہ:

''صحیح طرح نماز پڑھنے والے کو نماز دعائیں دیتی ہے کہ اللہ میاں تیری بھی اسی طرح حفاظت

Idara Ghufran

کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی، اور بُری طرح نماز پڑھنے والے کو نماز بددُعائیں دیتی ہے کہ اللہ میاں تجھے بھی اسی طرح خراب کرے جس طرح تو نے مجھے خراب کیا“

اور پانچوں نمازیں پڑھنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں، اور نیکیوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

پیارے بچو! ان فائدوں کے علاوہ نماز پڑھنے کے اور بھی بہت سے فائدے ہیں، لیکن یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ نماز پڑھنے کے جتنے بھی فائدے ہیں، یہ سب اُسی وقت حاصل ہوتے ہیں جب ہم نمازیں پڑھیں اور اس طرح پڑھیں جس طرح ہمارے پیارے نبی حضرت محمدﷺ نے ہمیں نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا ہے؛ اگر کوئی شخص نماز نہ پڑھے یا نماز تو پڑھے لیکن صحیح طرح نہ پڑھے تو اس کو یہ فائدے حاصل نہیں ہو سکتے؛ بلکہ نقصان ہوگا۔

اور نقصان دنیا میں بھی ہوگا اور فوت ہونے کے بعد بھی ہوگا، دنیا کا نقصان تو یہ کہ نماز نہ پڑھنے والے سے اللہ میاں ناراض ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے نماز نہ پڑھنے والے کو پریشانیاں اور تکلیفیں رہتی ہیں، نماز نہ پڑھنے والے پاک اور صاف نہیں رہتے، اور انہیں مرنے کے بعد بھی تکلیفیں ہوں گی اور عذاب ہوگا اور اُنہیں جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اس لیے نماز صحیح طرح پڑھنا بھی بہت ضروری ہے۔

پیارے بچو! تمہیں پتہ ہے کہ نماز صحیح طرح پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟

تو سنو کہ پورے دن میں اللہ میاں نے پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا ہے، اور پانچوں نمازوں کا اپنا اپنا وقت ہے؛ پہلی فجر کی نماز ہے جو صبح صبح پڑھی جاتی ہے، دوسری ظہر کی نماز ہے جو دوپہر کے وقت پڑھی جاتی ہے، تیسری عصر کی نماز ہے جو اندھیرا ہونے سے پہلے پڑھی جاتی ہے، چوتھی مغرب کی نماز ہے جو شام کے وقت پڑھی جاتی ہے، اور پانچویں عشاء کی نماز ہے جو رات کو سونے سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔

بچو ہر نماز کے لیے آرام، سکون سے وضو کرنا چاہیے، اور ہاتھ، منہ، پاؤں وغیرہ اچھی طرح دھونے چاہئیں، لیکن بلاوجہ پانی ضائع نہیں کرنا چاہیے، صحیح طرح اور اچھی طرح وضو کرنے کے بعد آرام سے اور سکون سے نماز پڑھنی چاہیے۔ جلدی جلدی اور تیز تیز نماز پڑھنا، نماز میں آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھنا، ہاتھوں کو بلاوجہ حرکت دینا اور ہلاتے رہنا، نماز میں ہنسنا، اسی طرح نماز میں اِدھر اُدھر کی باتیں سوچنا اور توجہ سے نماز نہ پڑھنا یہ سب گندی باتیں ہیں، اور تیز تیز اور جلدی جلدی نماز پڑھنے سے نماز ٹوٹ بھی جاتی ہے، اور اس

طرح نماز توڑ دینا بڑے گناہ کی بات ہے۔

بچو غلط طریقے پر نماز پڑھنے سے وہ سارے فائدے حاصل نہیں ہوتے جو تم نے ابھی پڑھے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اگر کبھی تم نماز صحیح طرح نہ پڑھ سکو تو ناراض ہو کر یا مایوس ہو کر نماز پڑھنا ہی چھوڑ دو کہ میرے سے نماز نہیں پڑھی جاتی، بلکہ اگر تم سے صحیح طرح نماز نہ پڑھی جائے تو نماز پڑھنا تو نہ چھوڑنا البتہ ہر مرتبہ یہ سوچ لینا کہ اب کی بار میں نماز صحیح طرح پڑھوں گا، نہ جلدی جلدی اور تیز تیز پڑھوں گا، نہ اِدھر اُدھر دیکھوں گا، نہ بلاوجہ ہاتھوں کو حرکت دوں گا اور نہ دائیں بائیں کی باتیں سوچوں گا۔

بچو نماز پڑھنے کا طریقہ انسان فوراً ہی نہیں سیکھ لیتا کہ یہ سوچ کر انسان نماز پڑھے کہ نماز میں مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوگی، کیونکہ شیطان اسی طرح نماز چھڑاتا ہے کہ ''تمہیں نماز پڑھنی نہیں آتی، لہٰذا ایسی نماز پڑھنے کا کیا فائدہ؟ چھوڑو نماز ہی نہ پڑھو''۔

بلکہ بچو نماز انسان آہستہ آہستہ ہی پڑھنا سیکھتا ہے؛ اگر تم ہر مرتبہ صحیح طرح نماز پڑھنے کا ارادہ کرو گے تو ان شاءاللہ ایک دن تم ضرور صحیح طرح نماز پڑھنا سیکھ جاؤ گے۔

صفحات: 240 **تحفۃ الہند** قیمت:-/150

تالیف: مولانا محمد عبیداللہ (سابق) اننت رام

ایسی کتاب جسے بارہ سال کی عمر میں پڑھ کر بوٹا سنگھ نامی سکھ نوجوان نے اسلام قبول کیا، اور پھر وہ افقِ عالم پر امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی بن کر چمکا

ناشر: مکی دارالکتب، 37۔مزنگ روڈ، بک سٹریٹ، لاہور۔فون: 042-7239138-8460196

صفحات: 197 **محبوبِ خدا ﷺ کی دلرُبا ادائیں**

تالیف: مولانا عبدالقیوم حقانی

حضورﷺ کا خوشبو کا استعمال، سراپائے معطر سے خوشبو کی مہک وعطر بیزیاں، امت کے لئے دستور العمل، سرمگیں آنکھیں، خندی روئی وخوش طبعی، لطائف وظرائف، علوم ومعارف کا گنجینہ، ذوقِ شعر وادب، شمائلِ ترمذی کے ۳۶ احادیث کی عالمانہ، فاضلانہ اور محققانہ تشریح۔

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد پاکستان ☎ 0923-630237

بزمِ خواتین

مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

زیب وزینت کی شرعی حیثیت اور حدود (قسط ۴)

معزز خواتین! اس سے پہلے سر کے بالوں کی زیب وزینت سے متعلق احکام آپ کے سامنے آچکے ہیں اب بقیہ جسم کی زیب وزینت کے شرعی احکام ملاحظہ فرمائیں:

بھنویں (Eye Brows) بنوانا

آج کل بعض خواتین زیب وزینت کی غرض سے یا خوبصورت نظر آنے کے لئے بھنویں باریک اور گول کرتی یا کراتی ہیں اور اس مقصد کے لئے بھنوؤں کے بال چنواتی ہیں۔ شرعی اعتبار سے ایسا کرنا جائز نہیں، حرام ہے کیونکہ انسان اپنے جسم اور اعضاء کا مالک نہیں بلکہ یہ اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں جن میں شرعی اجازت کے بغیر کوئی تبدیلی درست نہیں۔ ایک حدیث شریف میں ایسی عورتوں کو ملعون قرار دیا گیا ہے۔

یہ عورتیں ملعون ہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ:

(جسم کو) گودنے والی اور گدوانے والی عورتوں پر، (چہرے سے) بال نُچوانے والی عورتوں پر۔ خوبصورتی کے لئے ریتی وغیرہ کے ذریعے دانتوں کو گھسا کر ان کے درمیان فاصلہ کرنے والی عورتوں پر اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق (یعنی حق تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی شکل وصورت اور بناوٹ وغیرہ) میں (خلافِ فطرت) تبدیلی کرنے والی عورتوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔ (جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت عورتوں تک پہنچی تو) ایک عورت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ آپ ایسی ایسی (یعنی جیسی عورتوں کا اوپر ذکر ہوا ہے ان) عورتوں پر لعنت بھیجتے ہیں؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''میرے لئے کیا رکاوٹ ہے کہ میں اُس پر لعنت نہ بھیجوں جس پر رسول

Idara Ghufran

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اور جس کو کتاب اللہ میں ملعون قرار دیا گیا ہے اُس عورت نے کہا کہ میں نے بھی اُس چیز کو پڑھا ہے جو دوگتوں کے درمیان ہے (یعنی میں نے بھی پورا قرآن کریم پڑھا ہے لیکن) مجھے اس میں وہ بات (یعنی ایسی عورتوں پر لعنت کی بات) جو آپ فرما رہے ہیں (صریح الفاظ میں) نہیں ملی (اس کے جواب میں) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر تم قرآن کریم کو (غور وفکر کے ساتھ سمجھ کر) پڑھتیں تو اس میں تمہیں اس کا حکم یقیناً مل جاتا کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی

'' وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ''

(یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں جو کچھ دیں اس کو قبول کرو اور اس پر عمل کرو اور جس کام سے تمہیں منع کریں اس سے باز رہو)

اس عورت نے کہا کہ ہاں یہ آیت تو میں نے پڑھی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا پس یہ وہ کام ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے (مشکوٰۃ ص ۳۸۱ از بخاری و مسلم)

فائدہ: اس حدیث پاک میں تین طرح کے کام کرنے اور کرانے والی عورتوں کو ملعون قرار دیا گیا ہے۔ ان کی کچھ تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

گودنے کا مفہوم

(الف)...... جسم کو گودنے کا مطلب یہ ہے کہ جسم میں کسی حصہ کی جلد پر سوئیاں یا اسی طرح کی کوئی چیز چبھوئی جائے یہاں تک کہ خون بہنے لگے پھر اس میں سرمہ یا نیل بھر دیا جائے۔

اور گدوانے کا مطلب ہے کسی دوسرے سے یہ کام کروانا۔ اس میں گناہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایذاء جسمانی مستقل ہے۔

چہرے پر اگنے والے بالوں سے متعلق شرعی حکم کی تفصیل

(ب)...... چہرے سے بال نُچوانے کا مطلب یہ ہے کہ موچنے کے ذریعے چہرے سے بال نوچے جائیں یا نچوائے جائیں۔ لغوی معنی کے اعتبار سے تو چہرے سے کسی طرح کے بال بھی نوچنے اور نچوانے والی عورت کو یہ حدیث شامل ہے لیکن بعض محدثین اور فقہاء کرام کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ملعون

صرف وہ عورتیں ہیں جو اجنبی مردوں کو دکھلانے کے لئے چہرے سے بال نوچتی یا نچواتی ہیں یا وہ عورتیں جو زیادہ حسین دکھائی دینے کے لئے اپنی بھنوؤں کے وہ بال، جو عموماً فطری طور پر ہوتے ہیں ان میں سے بعض بالوں کو اس انداز سے نوچتی یا نچواتی ہیں کہ بھنویں محض قوس نما لکیر سی بن کر رہ جاتی ہیں یا دونوں بھنوؤں کے درمیان (سے بالوں کو نوچ کر) فاصلہ پیدا کردیتی ہیں لہٰذا اگر کسی خاتون کے چہرے پر غیر فطری طور پر کچھ بال نکل آئیں جن سے خاتون بدزیب معلوم ہوتی ہو جیسے بعض خواتین کے چہرے پر داڑھی مونچھ نکل آتی ہے تو ایسے بالوں کو صاف کرنا خواتین کے حق میں نہ صرف جائز بلکہ افضل اور بہتر ہے اسی طرح چہرے کے بال اور روئیں جو پیشانی اور منہ پر ہوتے ہیں ان کو بھی پاؤڈر وغیرہ کے ذریعے صاف کرنے کی گنجائش ہے۔لیکن موچنے وغیرہ سے نوچ کر نکالنے میں چونکہ بلاوجہ اپنے جسم کو تکلیف دینا ہے اس لئے نوچ کر نکالنا مناسب نہیں کسی پاؤڈر وغیرہ کے ذریعے صاف کئے جائیں تو درست ہے۔

خلاصہ یہ کہ چہرے کے جو بال عورت کی بدصورتی کا باعث ہوں ان کو صاف کرنا افضل ہے اور جو بال بدصورتی پیدا نہ کریں ان کو رکھنا بھی جائز اور بغرض زینت صاف کرنا بھی جائز جبکہ نمائش مقصود نہ ہو اور بھنوؤں کے بال اگر عام حالت کے برعکس بہت گھنے اور بدنما معلوم ہوں تو ان کو کتر کر اس حد تک کم کرنے کی اجازت ہے جتنی عام حالت کے مطابق ابروئیں ہوتی ہیں اس سے زیادہ کم کرنا شرعاً جائز نہیں۔

اور اگر بھنویں فطری حالت کے مطابق ہوں جیسے عموماً عورتوں کی بھنویں ہوتی ہیں تو محض زینت کی غرض سے ان کو باریک کرنا یا دونوں بھنوؤں کے درمیان فاصلہ پیدا کرنے کے لئے بیچ سے بال نوچنا ہرگز جائز نہیں اور مذکورہ بالا حدیث شریف میں ایسی ہی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے۔

دانتوں کو باریک کرنا

(ج)......تیسرا کام جس کو اس حدیث پاک میں لعنت کا سبب قرار دیا گیا ہے وہ ہے خوبصورتی کے لئے دانتوں کو کسی طرح گِھسا کر باریک کرنا اور دانتوں کے درمیان کشادگی کرنا ہے یہ کام بھی ناجائز ہے۔

اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت کو بدلنا

چوتھا کام جس کو اس حدیث شریف میں لعنت کا سبب قرار دیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی شکل و صورت اور بناوٹ میں ایسی تبدیلی کرنا ہے جو شریعت وفطرت کے خلاف ہو اور یہ کام دراصل پہلے تینوں کاموں کے ناجائز ہونے کے لئے علت اور اصول کا درجہ رکھتا ہے۔

چنانچہ قرآن پاک سے فطری و پیدائشی بناوٹ میں تبدیلی کا ناجائز ہونا اصولی انداز سے ثابت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَاٰ مُرَنَّھُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ (سورۃ نساء آیت ۱۱۹)

اور شیطان نے کہہ رکھا ہے کہ: ''میں لوگوں کو حکم دوں گا سو وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو بدلا کریں گے''

بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں شیطان کی اس کہی ہوئی بات پر عمل کرتے ہیں اور اپنی صورتوں کو بگاڑ کر اپنے خالق کو ناراض کرتے ہیں یہ بہت سخت گناہ ہے اس سے بچنا بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورتوں کو تبدیل کرنے کی بہت ساری شکلیں مردوں کی طرح عورتوں میں بھی رواج پائے ہوئے ہیں ان میں سے تین کا ذکر مذکورہ بالا حدیث شریف میں ہے۔

زیبائش کے لئے سرجری کروانا

اسی حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب زیب و زینت کے لئے محض جسم کو گودنے، ابروؤں کے بال نوچنے تک پر لعنت کی وعید ہے تو سرجری کے ذریعے چہرے سے بڑھاپے کی جھریاں وغیرہ دور کرکے اپنے آپ کو جوان ظاہر کرنا بھی سخت گناہ اور بطریقِ اولیٰ ناجائز ہے کیونکہ اس میں علاوہ فطری بناوٹ میں تبدیلی کے گناہ کے دھوکہ فریب کا ہونا بھی ظاہر ہے۔

بغلوں کے بال اور زیرِ ناف بال صاف کرنا

مردوں کی طرح عورتوں کی بغلوں میں بھی بال اُگتے ہیں اور زیر ناف بھی بال ہوتے ہیں مردوں کی طرح عورتوں کے لئے بھی ان بالوں کو شریعت کے حکم کے مطابق صاف کرتے رہنا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں ایک حدیث شریف میں ان دونوں امور کو فطری امور میں شمار فرمایا گیا ہے اور ویسے بھی سلیم الطبع لوگوں کو ان بالوں کا باقی رکھنا نظافت کے خلاف محسوس ہوتا ہے اور اس فعل سے اُلجھن ہوتی ہے۔

ان بالوں کے بارے میں شرعی حکم کی تفصیل یہ ہے کہ ان کو ہفتہ میں ایک دفعہ صاف کرنا افضل ہے۔ اگر کسی وجہ سے ہفتہ کے بعد صفائی نہ ہو سکے تو پندرہ دن کے اندر صاف کر لینے چاہئیں۔ اگر پندرہ دن کے اندر بھی نہ ہو سکے تو زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک کی تاخیر کی گنجائش ہے اس سے زیادہ تاخیر کرنا جائز نہیں گناہ ہے اس لئے ان بالوں کی ایک مرتبہ صفائی کے بعد چالیس دن سے پہلے پہلے ان کو ضرور صاف کر لینا

چاہئے ورنہ چالیس دن سے اوپر جتنے دن صفائی نہیں ہوگی برابر گناہ ہوتا رہے گا۔

زیرِ بغل اور زیرِ ناف بالوں کی صفائی کا طریقہ

عورت کے لئے ان زائد بالوں کی صفائی کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ وہ ان کی صفائی چونا، پاؤڈر، کریم وغیرہ سے کرے، بلیڈ یا استرے وغیرہ کے ذریعے ان بالوں کی صفائی عورت کے حق میں جائز تو ہے لیکن بہتر نہیں۔

کلائیوں اور پنڈلیوں کے بال صاف کرنا

خواتین کے لئے کلائیوں، پنڈلیوں اور ہاتھ پاؤں کے بال صاف کرنا جائز ہے اس لئے کہ عورت کے حق میں زینت مطلوب ہے اور ان بالوں کے صاف کرنے سے اصل خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی نیز اس میں کوئی دھوکہ بھی نہیں ہوتا اس لئے ان بالوں کا صاف کرنا جائز ہے۔ البتہ ان بالوں کو بھی نوچ کر نکالنے میں چونکہ بلا وجہ اپنے جسم کو اذیت دینا ہے اس لئے نوچ کر نکالنا مناسب نہیں کسی پاؤڈر وغیرہ سے صاف کر لئے جائیں۔

پلکوں پر رنگ لگانا

بعض خواتین خوبصورتی کے لئے اپنی پلکوں پر رنگ یا رنگ نما کوئی چیز لگاتی ہیں اس بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ جو خواتین محض زینت کے لئے یا شوہر کو خوش کرنے کے لئے کوئی ایسا رنگ لگائیں جو پانی کو بالوں تک پہنچنے سے نہ روکے تو یہ جائز ہے۔

لیکن اگر اس رنگ لگانے سے مقصود اجنبی مردوں کے سامنے اپنے حسن کی نمائش ہو یا عورتوں پر بڑائی جتلانا مقصود ہو تو بالکل جائز نہیں۔

اور اگر رنگ ایسا ہے جس کی تہہ جم جاتی ہے اور پانی بالوں تک نہیں پہنچتا تو عام حالات میں اس کا لگانا تو جائز ہے جبکہ کسی ناجائز غرض سے نہ لگایا جائے، لیکن وضو اور فرض غسل کرتے وقت کسی کیمیکل کے ذریعے اس کو دور کر کے وضو غسل کرنا ضروری ہے ورنہ وضو غسل نہ ہوگا اور وضو غسل نہ ہونے کی صورت میں نماز بھی درست نہ ہوگی۔

لہٰذا مسلمان خاتون کو اس کی گنجائش کی بجائے خرابیوں پر نظر رکھتے ہوئے بچنا ہی چاہئے (جاری ہے……)

آپ کے دینی مسائل کاحل ادارہ

گاؤں میں جمعہ کی نماز پڑھنے کا شرعی حکم

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل بعض لوگ ہر گاؤں اور دیہات میں جمعہ کی نماز پڑھ رہے ہیں، یہاں تک کہ بعض ایسے لوگ جو فقہاء کی تقلید کو نہیں مانتے، جنگل میں بھی جمعہ کی نماز کا دعویٰ کر رہے ہیں، جبکہ ہم نے علماء سے سنا ہے کہ جمعہ کی نماز صرف شہر اور قصبہ میں ہوسکتی ہے، مگر لوگ کہتے ہیں کہ شریعت میں ایسی کوئی پابندی نہیں؟

آپ سے درخواست ہے کہ اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالدیں اور دلائل بھی تحریر فرمادیں کہ کون سی بات صحیح ہے؟ تاکہ سب لوگوں کو بات اچھی طرح سمجھ آجائے۔ والسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

جمعہ کی نماز واجب اور صحیح ہونے کی بعض شرائط ایسی ہیں ہے جو عام نمازوں میں نہیں ہیں۔

چنانچہ جمعہ کی نماز عورت پر فرض نہیں، مرد پر فرض ہے، جبکہ پانچ وقت کی نمازیں عورتوں پر بھی فرض ہیں، اسی طرح جمعہ کی نماز مسافر اور غلام پر فرض نہیں، جبکہ پانچ وقت کی نمازیں ان پر بھی فرض ہیں، اسی طرح جمعہ کے لیے خطبہ اور جماعت بھی شرط ہے، جبکہ عام نمازوں کے صحیح ہونے کے لیے یہ چیزیں شرط نہیں۔

اسی طرح جمعہ کی نماز صحیح ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ جمعہ کی نماز وہاں پڑھی جاسکتی ہے جو جگہ شہر کی حدود میں داخل ہو، وہ شہر خواہ حقیقتاً ہو (جیسا کہ عام شہر ہوتے ہیں) یا حکماً شہر ہو (جیسا کہ قصبہ اور ایسا بڑا گاؤں جس میں شہر کی علامات پائی جائیں) اس لیے عام دیہات اور گاؤں یا جنگل میں جمعہ کی نماز جائز نہیں، اور جو جگہ شہر کی فناء میں داخل ہو، یعنی وہ جگہ جو شہر کی عمومی ضروریات ومصالح کے لئے مختص ومتعین ہو مثلاً عیدگاہ، چراگاہ ریلوے اسٹیشن، ائیر پورٹ، کھیل کے میدان، قبرستان، کوڑا ڈالنے یا گھوڑ دوڑ وغیرہ کی جگہ، وہ بھی جمعہ پڑھنے کے اعتبار سے شہر کا حکم رکھتی ہے۔

لہٰذا قریۂ صغیرہ (عام گاؤں) اور عام دیہاتوں میں جمعہ کی نماز جائز اور صحیح نہیں۔

چنانچہ امام کاسانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اَمَّا الْمِصْرُ الْجَامِعُ فَشَرْطُ وُجُوْبِ الْجُمُعَةِ وَشَرْطُ صِحَّةِ اَدَائِهَا عِنْدَ اَصْحَابِنَا حَتّٰی لَا تَجِبُ الْجُمُعَةُ اِلَّا عَلٰی اَهْلِ الْمِصْرِ، وَمَنْ کَانَ سَاکِناً فِیْ تَوَابِعِهٖ وَکَذَا لَا یَصِحُّ اَدَاءُ الْجُمُعَةِ اِلَّا فِی الْمِصْرِ وَتَوَابِعِهٖ فَلَا تَجِبُ عَلٰی اَهْلِ الْقُرَی الَّتِیْ لَیْسَتْ مِنْ تَوَابِعِ الْمِصْرِ وَلَا یَصِحُّ اَدَاءُ الْجُمُعَةِ فِیْهَا (البدائع الصنائع جلد ا ، فصل بیان شرائط الجمعة)

ترجمہ: ’’اور مصرِ جامع یعنی شہر کا ہونا یہ جمعہ کے واجب ہونے کی بھی شرط ہے، اور جمعہ کی ادائیگی صحیح ہونے کی بھی شرط ہے، ہمارے اصحابِ فقہاء کے نزدیک؛ چنانچہ جمعہ صرف شہر والوں پر ہی واجب ہے یا ان لوگوں پر جو کہ شہر کے توابع (یعنی شہر کے ماتحت کسی حصے) میں رہتے ہوں، اور اسی طرح جمعہ کا ادا کرنا صحیح نہیں ہے مگر شہر میں اور اس کے توابع (یعنی شہر کے ماتحت کسی حصے) میں، پس جمعہ واجب نہیں ہے ان بستی والوں پر جو شہر کے توابع (یعنی شہر کے ماتحت کسی حصے) میں سے نہیں ہے، اور نہ ہی اُن بستی (گاؤں) والوں کا گاؤں میں جمعہ ادا کرنا صحیح ہے‘‘ (ترجمہ ختم)

اور بھی دوسری فقہ کی کتابوں میں یہ مسئلہ اسی طرح صراحت اور وضاحت کے ساتھ منقول ہے کہ جمعہ کی نماز واجب اور صحیح ہونے کی ایک بنیادی شرط شہر کا ہونا ہے اور گاؤں و دیہات میں نہ تو جمعہ کے دن جمعہ کی نماز پڑھنا واجب ہے، اور نہ ہی جمعہ کی نماز پڑھنا درست ہے۔ [1]

---

[1] ہدایہ میں ہے:

لاتصح الجمعة الافی مصر جامع اوفی مصلی المصر ولاتجوز فی القریٰ لقوله علیه السلام لاجمعة ولاتشریق ولافطر ،ولااضحی الا فی مصر جامع ، والحکم غیر مقصور علی المصلی بل یجوز فی جیع افنیة المصر لانها بمنزلته فی حوائج اهله (الهدایة ج ۱ ص ۱۶۸ ملخصاً)

درمختار وشامی میں ہے:

اوفناءه ......وهو ماحوله ، اتصل به اولا کماحرره ابن الکمال وغیره لاجل مصالحه کدفن الموتیٰ ورکض الخیل (درمختار مع ردالمحتار ج ۲ ص ۱۳۸ و ۱۳۹ مطبوعه ایچ،ایم)

وتقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها سکک واسواق (الی قوله) وفیما ذکرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة الخ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۳۷)

Idara Ghufran

ہم یہاں اس سلسلہ میں قرآن وسنت کی روشنی میں چند دلائل ذکر کررہے ہیں۔

(۱)......اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ. ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورۃ الجمعۃ آیت نمبر ۹)

ترجمہ: ’’اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز نمازِ (جمعہ) کے لیے اذان کہی جایا کرے، تو تم اللہ کی یاد (یعنی نماز وخطبہ) کی طرف (فوراً) چل پڑا کرو، اور خرید وفروخت چھوڑ دیا کرو‘‘

(ترجمہ از بیانُ القرآن)

فائدہ: جمعہ کی نماز کی سعی وتیاری میں جو مشاغل بھی رُکاوٹ ہوں، خواہ کھیتی باڑی ہو، یا مزدوری ہو، وہ سب جمعہ کی اذان کے بعد منع ہوجاتے ہیں؛ مگر اللہ تعالیٰ نے خاص خرید وفروخت چھوڑنے کا عنوان اختیار فرمایا ہے۔

اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جمعہ ہر جگہ نہیں ہوتا بلکہ وہاں ہوتا ہے جہاں کے لوگ عموماً تجارت اور خرید وفروخت میں مشغول رہتے ہوں، اور یہ بات شہر میں ہوتی ہے دیہات کے لوگ عموماً کھیتی وغیرہ میں مشغول ہوتے ہیں، تجارت اور خرید وفروخت کے لئے گاؤں والے عموماً شہر میں آکر اپنی ضرورت پوری کرتے ہیں، اور اسی وجہ سے گاؤں والے اپنے علاقہ کو شہر نہیں کہتے، اور جب قریب شہر میں جاتے ہیں تو صرف یہ کہنے پر اکتفاء کرتے ہیں، کہ شہر جارہا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے علاقہ کو شہر نہیں سمجھتے، ورنہ یہ جواب کافی نہ ہوتا (کذافی معارف القرآن جلد۸ص۴۴۱ ودرسِ ترمذی حاشیہ ج۲ص ۲۶۷)

چنانچہ التعلیق الصبیح شرح مشکاۃ میں ہے:

فَفِیْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ اِیْمَاءٌ عَلٰی اَنَّ اِقَامَۃَ الْجُمُعَۃِ مُخْتَصَّۃٌ بِمَحَلِّ التِّجَارَۃِ وَھُوَ الْمِصْرُ الْجَامِعُ وَلِھٰذَا لَاتَجُوْزُ فِی الصَّحَارِیْ وَالْبَوَادِیْ وَمَنَاھِلِ الْاَعْرَابِ بِالْاِجْمَاعِ (التعلیق الصبیح جلد ۲ صفحہ ۱۳۸، باب وجوب الجمعۃ، الفصل الثانی) [۱]

ترجمہ: ’’پس اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جمعہ کا قائم کرنا محلِ تجارت کے ساتھ خاص ہے، اور وہ شہر ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے جمعہ جائز نہیں ہے جنگل میں اور دیہات

---

[۱] بعض لوگ اس آیت سے ہر شخص پر جمعہ کی فرضیت پر استدلال کرتے ہیں، مگر یہ درست نہیں، جیسا کہ آیت کے اشارہ سے بھی واضح ہے۔

میں اور خانہ بدوشوں کی خیمہ بستیوں میں'' (ترجمہ ختم)

(۲)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت فرماتے ہیں:

خَمْسَةٌ لاجُمُعَةَ عَلَيْهِمُ الْمَرْأَةُ وَالْمُسَافِرُوَالْعَبْدُ وَالصَّبِىُّ وَاَهْلُ الْبَادِيَةِ (رواه الطبرانی فی الكبير وفی الاوسط ،كنزالعمال ج ۷ رقم ۲۱۰۹۶ و مجمع الزوائد ج ۲ رقم ۳۰۳۳وزيادة الجامع الصغير رقم حديث ۲۰۸۳)

ترجمہ:'' پانچ قسم کے افراد پر جمعہ کی نماز لازم نہیں، عورت، مسافر، غلام، نابالغ بچہ اور گاؤں والے'' (ترجمہ ختم)

معلوم ہوا کہ گاؤں والوں پر جمعہ نہیں۔

(۳)......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

لَاجُمُعَةَ وَلَاتَشْرِيْقَ اِلَّافِىْ مِصْرٍ جَامِعٍ (كنزالعمال ج ۸ رقم ۲۳۳۱۹بحواله ابوعبيد فی الغريب والمروزی فی كتاب الجمعة

ترجمہ:''جمعہ اور تشریق (یعنی عید کی نماز) مصرِ جامع (شہر) کے علاوہ کسی اور جگہ جائز نہیں'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دوسری سند نیز دیگر الفاظ کے ساتھ بھی یہ ارشاد مروی ہے، جن میں سے چند ایک ذیل میں درج ہیں۔

(۴)......حضرت ابوعبدالرحمان سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

قَالَ عَلِىٌّ لَاجُمُعَةَ وَلَاتَشْرِيْقَ وَلَاصَلَاةَ فِطْرٍ وَلَا اَضْحٰى اِلَّا فِىْ مِصْرٍ جَامِعٍ اَوْ مَدِيْنَةٍ عَظِيْمَةٍ

قَالَ حَجَّاجٌ وَسَمِعْتُ عَطَاءً يَقُوْلُ مِثْلَ ذَالِكَ (مصنف ابن ابی شيبة جلد۲ صفحه ۱۰)

ترجمہ:''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں ہے جمعہ کی نماز اور تشریق اور عیدُ الفطر و عیدُ الاضحیٰ کی نماز مگر مصرِ جامع (شہر) یا عظیم شہر میں۔

حضرت حجاج فرماتے ہیں کہ میں نے (مشہور تابعی) حضرت عطاء سے سنا، وہ بھی اسی طرح فرمارہے تھے'' (ترجمہ ختم)

Idara Ghufran

(۵)......مصنف عبدالرزاق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

لَاجُمُعَةَ وَلَاتَشْرِيْقَ اِلَّافِیْ مِصْرٍجَامِعٍ وَكَانَ يَعُدُّ الْاَمْصَارَ الْبَصْرَةَوَالْكُوْفَةَ وَالْمَدِيْنَةَ وَالْبَحْرَيْنِ وَمِصْرَ وَالشَّامَ وَالْجَزِيْرَةَ وَرُبَمَا قَالَ الْيَمْنَ وَالْيَمَامَةَ

(مصنف عبد الرزاق جلد۳ صفحه ۱٦۸)

ترجمہ: ''نہیں ہے جمعہ کی نماز اور تشریق مگر مصرِ جامع (یعنی شہر) میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ کو اور کوفے کو اور مدینہ کو اور بحرین کو اور مصر کو اور شام کو اور جزیرے کو شہروں میں شمار کیا کرتے تھے اور بعض اوقات یمن اور یمامہ کو بھی شہروں میں شمار کیا کرتے تھے'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کئی سندوں سے منقول ہے ان میں سے ایک آدھ سند تو اگرچہ ضعیف ہے، لیکن یہ روایت ابوعبدالرحمٰن سلمی کی سند سے بالکل صحیح ہے۔

چنانچہ علاّمہ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَمِنْ ذَالِکَ حَدِيْثُ عَلِيٍّ لَاجُمُعَةَ وَلَاتَشْرِيْقَ اِلَّافِیْ مِصْرٍ جَامِعٍ اَخْرَجَهُ اَبُوْعُبَيْدٍ بِاِسْنَادٍصَحِيْحٍ اِلَيْهِ مَوْقُوْفًا ،وَمَعْنَاهُ لَاصَلَاةَ جُمُعَةٍ وَلَاصَلَاةَ عِيْدٍ [1]

(فتح الباری ج ۲ كتاب الجمعة باب فضل العمل فی ايام التشريق)

ترجمہ: ''اور اسی میں سے حضرت علی کی حدیث ہے کہ نہیں جمعہ ہے اور نہیں تشریق ہے مگر شہرِ جامع میں، اس کو ابوعبید نے صحیح سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے، اور اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ نہ جمعہ کی نماز اور نہ عید کی نماز ہے (مگر شہر ہی میں)'' (ترجمہ ختم)

اور علامہ ابنِ حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَقَدْ صَحَّ عَنْ عَلِيٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ لَاجُمُعَةَ وَلَاتَشْرِيْقَ اِلَّافِیْ مِصْرٍجَامِعٍ (المحلیٰ بالآثار لابنِ حزم، جلد۳)

ترجمہ: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ نہیں ہے جمعہ اور تشریق مگر مصرِ جامع میں'' (ترجمہ ختم)

لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے استدلال بالکل صحیح ہے۔

---

[1] لاجمعة ولاتشريق الا فی مصر جامع والمراد بالتشريق صلاة العيد علیٰ ماجاء فی الحديث لا ذبح الا بعد التشريق (المبسوط للسرخسی جلد۲ ،باب صلاة العيد)

اور یہ روایت اگر چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے اور حضور ﷺ تک اس کی سند نہیں، مگر اوّلاً تو بعض حضرات نے اس کو حضور ﷺ سے مرفوعاً بھی روایت کیا ہے، اور ثقہ وفقیہ مجتہدین نے اس سے استدلال کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ موقوف حدیث بھی اس مرفوع کی تائید کرتی ہے، لہٰذا یہ خود حضور ﷺ سے حقیقی مرفوع حدیث ہوئی۔ [۱]

دوسرے دو وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حکمی مرفوع حدیث کا درجہ رکھتی ہے، ایک تو اس وجہ سے کہ یہ صحابی کا ایسا قول ہے جو عقل سے نہیں پہچانا جاسکتا، اور دوسرے اس وجہ سے کہ یہ خلیفۂ راشد کا فرمان ہے۔

محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحابی کا ایسا قول جس میں اجتہاد وعقل کا دخل نہ ہو یعنی ''غیر مدرک بالقیاس'' ہو، مرفوع حدیث کا حکم اور درجہ رکھتا ہے۔

چنانچہ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

قَالَ ابْنُ الْهُمَامِ صَحَّحَهُ ابْنُ حَزْمٍ وَكَفٰى بِعَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ قُدْوَةً .... ثُمَّ يَجِبُ اَنْ يُّحْمَلَ عَلٰى كَوْنِهٖ سِمَاعًا لِاَنَّ دَلِيْلَ الْاِفْتِرَاضِ مِنْ كَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى يُفِيْدُهُ عَلَى الْعُمُوْمِ فِي الْاَمْكِنَةِ فَاِقْدَامُهُ عَلٰى نَفْيِهَا فِيْ بَعْضِ الْاَمَاكِنِ لَايَكُوْنُ اِلَّا عَنْ سِمَاعٍ ، لِاَنَّهٗ خِلَافُ الْقِيَاسِ الْمُسْتَمِرِّ فِيْ مِثْلِهٖ وَفِي الصَّلَوَاتِ

---

[۱] وزعم ابوحنيفة انهٗ بلغهٗ عن النبى ﷺ انهٗ قال لاجمعة ولاتشريق الا فى مصر جامع (الآثار لابى يوسف جلد ۱ صفحه ۳۰۳)

وذكر الامام خواهر زاده فى ''مبسوطه'' ان أبايوسف ذكره فى الاملاء، مسندا مرفوعاً الى النبى ﷺ. وأبويوسف امام الحديث حجة .اهٖ. كذافى البناية (۱ :۹۸۳)، أى فيكون رفعه حجة لانه زيادة من ثقة فتقبل (متن اعلاء السنن جلد۸ صفحه ۶ ، باب عدم جواز الجمعة فى القرىٰ)

المرفوع لايثبته المحدثون فان صح عن محمد بن الحسن مع زعمه ابو زيد فى الاسرار كان حجة لنا كاية فان ممداً امام مجتهد، وقولهٗ حجة وكذا ان صح ماذكره خواهر زاده ان ابايوسف رواه فى الاملاء مرفوعاً مسنداً كما هوالظاهر علىٰ ان الموقوف فى مثلهٖ مرفوع حكماً لكونه خلاف القياس المستمر فى الصلوات فانها لاتختص بمكان دون مكان، قال النبى ﷺ جعلت لى الارض مسجداً وطهوراً وهو حديث صحيح، اخرجه البخارى (۱ : ۲۲)فاقدام على رضى الله عنه علىٰ نفى الجمعة فى بعض الاماكن وتخصيصها بالمصر الجامع لايكون الا عن سماع (اعلاء السنن جلد۸ صفحه ۶ ، باب عدم جواز الجمعة فى القرىٰ)

ونسبه احمدالقسطلانى فى ارشاد السارى شرح صحيح البخارى الى النبى ﷺ وجعله مرفوعاً من رواية عبدالرزاق (التعليق الممجد للكهنوى)

اَلْبَاقِيَاتِ اَيْضًا ،وَلِذَالَمْ يُنْقَلْ عَنِ الصَّحَابَةِ اَنَّهُمْ حِيْنَ فَتَحُوْا الْبِلَادَ اِشْتَغَلُوْا بِنَصْبِ الْمَنَابِرِ وَالْجُمُعِ اِلَّافِي الْاَمْصَارِدُوْنَ الْقُرٰى وَلَوْكَانَ لِنُقِلَ وَلَوْاٰحَادًا اھ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃالمصابیح ج ۳ ص ۲۷۴)

ترجمہ: ’’ابنِ ہمام نے فرمایا کہ اس (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث) کوابنِ حزم نے صحیح قرار دیا ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اقتداء ہمارے لیے کافی ہے...... پھر ضروری ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو حضورﷺ سے سُننے پر محمول کیا جائے اس لیے کہ جمعہ کے فرض ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کے کلام سے جمعہ کے علی العموم سب جگہوں میں ہونے کا فائدہ دیتی ہے، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بعض مقامات (یعنی غیر شہر) پر جمعہ کا انکار فرمانا حضورﷺ سے سُنے بغیر نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ یہ خلافِ قیاس چیز ہے، جواس کے مثل اور دوسری نمازوں میں بھی جاری ہے، اوراسی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں ہے کہ انہوں نے جب مختلف مما لک فتح کیے کہ انہوں نے منبراور جمعے دیہات میں قائم کیے ہوں، سِوائے شہروں کے، اور اگر ایسا ہوتا تو یہ منقول ہوتا، اگر چہ اِکّا دُکّا واقعہ ہی ہو (مگر ایسا کوئی واقعہ ثابت نہیں)‘‘ (ترجمہ ختم)

اور مبسوط سرخسی میں ہے:

وَلَنَا قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَاجُمُعَةَ وَلَاتَشْرِيْقَ اِلَّافِيْ مِصْرٍجَامِعٍ وَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَاجُمُعَةَ وَلَاتَشْرِيْقَ وَلَا فِطْرَ وَلَا اَضْحٰى اِلَّا فِيْ مِصْرٍ جَامِعٍ وَلِاَنَّ الصَّحَابَةَ حِيْنَ فَتَحُوْا الْاَمْصَارَ وَالْقُرٰى اِشْتَغَلُوْا بِنَصْبِ الْمَنَابِرِ وَبِنَاءِ الْجَوَامِعِ اِلَّا فِي الْاَمْصَارِ وَالْمُدُنِ وَذَالِكَ اِتِّفَاقٌ مِنْهُمْ عَلٰى اَنَّ الْمِصْرَ مِنْ شَرَائِطِ الْجُمُعَةِ وَجَوَاثٰى مِصْرٌ بِالْبَحْرَيْنِ وَتَسْمِيَةُ الرَّاوِيْ اِيَّاهَا بِالْقَرْيَةِ لَايَنْفِيْ مَاذَكَرْنَا مِنَ التَّاوِيْلِ الخ (المبسوط للسرخسی جلد۲ ،باب صلاۃ الجمعۃ)

ترجمہ: اور ہماری (اس بات کی دلیل کہ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں) یہ ہے کہ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: نہیں ہے جمعہ اور تشریق مگر مصرِ جامع (شہر) میں، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ہے کہ نہیں ہے جمعہ اور تشریق اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز مگر مصرِ جامع (شہر)

میں، اور ایک دلیل یہ بھی ہے کہ صحابہ نے جب بڑے بڑے شہر اور گاؤں فتح کئے تو انہوں نے جامع مسجدیں اور (جمعہ و عیدین کا خطبہ دینے کے لئے) منبر صرف شہروں میں ہی قائم کئے، اور یہ سب صحابہ کے اتفاق سے ہوا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ شہر ہونا جمعہ کی شرائط میں سے ہے اور جواثٰی نامی آبادی بحرین کا شہر ہے اور راوی نے اس کا نام قریہ جو رکھا ہے اس سے شہر کی نفی نہیں ہوتی (کیونکہ قریہ کا اطلاق شہر پر بھی آتا ہے) (ترجمہ ختم)

اس کے علاوہ یہ کسی عام صحابی کا ارشاد نہیں، بلکہ ایک خلیفہٴ راشد کا قول ہے، جس کو صحیح احادیث میں خود حضور ﷺ نے سنت قرار دیا ہے چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا:

فَاِنَّهٗ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِیْ فَسَيَرٰی اِخْتِلَافاً كَثِيْراً فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ ،تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (ابوداؤد، مسند احمد، ابن ماجه، دارمی، مشکوٰة، حاکم)

ترجمہ: بلاشبہ جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا تو وہ بہت اختلافات دیکھے گا، پس تم پر (ایسے وقت) میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے۔ جو ہدایت یافتہ ہیں، اس سنت کو تم مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور اس کو اپنی داڑھوں کے نیچے خوب دبا لینا، اور تم (دین میں) نئی نئی باتوں کے (پیدا کرنے) سے بچنا کیونکہ (دین میں) جو بھی نئی چیز نکالی جائے بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے (ترجمہ ختم)

مذکورہ دونوں وجوہات کے پیشِ نظر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد مرفوع حدیث اور سنت کا درجہ رکھتا ہے۔

لہٰذا مرفوع حدیث اور سنت سے یہ ثابت ہو گیا کہ جمعہ کی نماز شہر ہی میں درست ہے، اور گاؤں و دیہات میں درست نہیں۔

(۶)......صحابیٔ رسول حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ عَلٰی اَهْلِ الْقُرٰی جُمُعَةٌ اِنَّمَا الْجُمُعُ عَلٰی اَهْلِ الْاَمْصَارِ مِثْلِ الْمَدَائِنِ (ابن ابی شيبه باب من قال لاجمعة ولاتشريق الا فی مصر جامع جلد ۲ صفحه ۱۰، آثار السنن ج

۲ ص ۸۷)

ترجمہ: ’’گاؤں والوں پر جمعہ نہیں بلکہ شہر والوں پر ہی ہے جیسے (بغداد کا) مدائن نامی شہر‘‘ (ترجمہ ختم)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان حکماً مرفوع حدیث کے درجے میں ہے، کیونکہ اس میں قیاس کو دخل نہیں۔ تفصیل پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ذیل میں گزر چکی۔

اور بھی کئی جلیلُ القدر تابعین سے جمعہ کا شہروں کے ساتھ خاص ہونا مروی ہے، جن میں سے کچھ کا ذکر آگے آرہا ہے۔

(۷)......حضرت حسن بصری اور محمد بن سیرین جو تابعین کے دور میں بصرہ کے مفتی تھے وہ فرماتے ہیں:

اَلْجُمُعَةُ فِی الْاَمْصَارِ (مصنف ابن ابی شیبة جلد۲ باب من قال لاجمعة ولاتشریق الا فی مصر جامع)

ترجمہ: ’’جمعہ شہروں میں ہوتا ہے‘‘ (ترجمہ ختم)

(۸)......امام بخاری رحمہ اللہ نے مشہور تابعی حضرت عطاء سے روایت کیا ہے کہ:

اِذَا کُنْتَ فِی قَرْیَةٍ جَامِعَةٍ فَنُوْدِیَ بِالصَّلَاةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَحَقٌّ عَلَیْکَ اَنْ تَشْهَدَهَا سَمِعْتَ النِّدَآءَ اَوْلَمْ تَسْمَعْهُ (بخاری ج ۱ ص ۱۲۳، باب من أین تؤتی الجمعة وعلیٰ من تجب)

ترجمہ: ’’جب آپ قریۂ جامعہ (یعنی شہر) میں ہوں، اور جمعہ کی اذان دیدی جائے تو آپ پر لازم ہے کہ آپ جمعہ کی نماز کے لیے حاضر ہوں، خواہ آپ نے اذان سنی ہو یا نہ سنی ہو‘‘ (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس روایت میں سب سے پہلے ’’قریۂ جامعہ‘‘ کی قید لگی ہوئی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ شہر والوں پر ہی واجب ہے اور شہر ہی میں درست ہے۔

(۹)......اور مصنف عبدالرزاق میں حضرت عطاء سے یہ روایت تفصیلاً مروی ہے، جس میں قریۂ جامعہ کی تفصیل وتوضیح بھی ہے، چنانچہ حضرت ابنِ جریج کہتے ہیں کہ:

قُلْتُ لِعَطَاءَ: مَاالْقَرْیَةُ الْجَامِعَةُ؟ قَالَ: ذَاتُ الْجَمَاعَةِ وَالْأَمِیْرِ وَالْقِصَاصِ وَالدُّوْرِ الْمُجْتَمِعَةِ غَیْرِالْمُفْتَرِقَةِ. اَلْآخُذُ بَعْضُهَا بِبَعْضٍ کَهَیْئَةِ جَدَّةَ. قَالَ: وَالْقِصَاصُ قَالَ: فَجَدَّةُ جَامِعَةٌ، وَالطَّائِفُ، قَالَ: وَاِذَا کُنْتَ فِیْ قَرْیَةٍ جَامِعَةٍ

Idara Ghufran

فَنُوْدِیَ لِلصَّلَاۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَحَقٌّ عَلَیْکَ اَنْ تَشْھَدَھَا اِنْ سَمِعْتَ الْاَذَانَ اَوْ لَمْ تَسْمَعْہُ (مصنف عبد الرزاق جلد۳ صفحہ ۱۶۸، ۱۶۹، باب القری الصغار)

ترجمہ: ''میں نے حضرت عطاء سے معلوم کیا کہ قریۂ جامعہ کیا ہوتا ہے؟

توانہوں نے جواب میں فرمایا کہ جس میں بہت سے لوگ آباد ہوں اوراس میں امیر ہواور قصاص لیا جاتا ہو (یعنی وہاں ایسا حاکم موجود ہو، جواسلامی سزائیں اور حدود نافذ کرتا ہو) اور وہاں گھروں کا جھمگٹا ہو، منتشراور فاصلے فاصلے سے نہ ہوں، ایک دوسرے کے ساتھ پیوست ہوں جیسے جدہ، اور فرمایا کہ قصاص بھی لیا جاتا ہو، پس جدہ شہرِ جامعہ ہے، اور طائف بھی اور فرمایا کہ جب آپ قریۂ جامعہ میں ہوں، اور جمعہ کی اذان دیدی جائے تو آپ پر لازم ہے کہ آپ جمعہ کی نماز کے لیے حاضر ہوں، خواہ آپ نے اذان سنی ہو یا نہ سنی ہو'' (ترجمہ ختم)

(۱۰)......حضرت ابراہیم نخعی جو کہ مشہور تابعی ہیں، اُن سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

لَاجُمُعَۃَ وَلَاتَشْرِیْقَ اِلَّافِیْ مِصْرٍ جَامِعٍ (مصنف ابن ابی شیبۃ جلد۲ صفحہ ۱۱)

ترجمہ: ''جمعہ اور تشریق نہیں ہے، مگر مصرِ جامع (شہر) میں'' (ترجمہ ختم)

(۱۱)......عمرو بن دینار رحمہ اللہ کہتے ہیں:

سَمِعْنَا اَنْ لَّاجُمُعَۃَ اِلَّا فِیْ قَرْیَۃٍ جَامِعَۃٍ (مصنف عبدالرزاق جلد۳صفحہ ۱۶۹)

ترجمہ: ''ہم نے سنا ہے کہ جمعہ قریۂ جامعہ (شہر) ہی میں ہوتا ہے'' (ترجمہ ختم)

(۱۲)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں:

کَانَ النَّاسُ یَنْتَابُوْنَ الْجُمُعَۃَ مِنْ مَّنَازِلِھِمْ وَالْعَوَالِیْ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۳)

ترجمہ: ''(باہر کے) لوگ اپنی منزلوں اوراپنے اپنے گاؤں سے نوبت بنوبت (یعنی باری باری مدینہ منورہ) جمعہ پڑھنے آتے تھے'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ مسجدِ نبوی کے بعد پہلا جمعہ جواثی میں پڑھا گیا (اور جواثی میں جمعہ ۶ ھ کے بعد پڑھا گیا تھا) جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

لہٰذا دوسرے علاقوں میں اس وقت جمعہ نہیں ہوتا تھا، گاؤں والے جمعہ میں شریک ہونے کے لیے مدینہ طیبہ باریاں مقرر کرکے آتے تھے، اوراس کی وجہ یہ تھی تاکہ وہ دینی احکام سیکھیں اور حضور ﷺ کی زیارت

کریں، نہ یہ کہ اُن پر باری باری آ کر جمعہ پڑھنا فرض تھا، اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ گاؤں والوں پر جمعہ فرض نہیں؛ ورنہ گاؤں میں رہنے والے باری باری نہ آتے بلکہ سب کے سب آتے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا، کیونکہ اگر وہاں جمعہ ہوتا تو اپنی باری پر وہاں موجود رہنے والے جمعہ ضرور پڑھتے اور حضور ﷺ بھی اُن کو جمعے کا حکم دیتے؛ خصوصاً جبکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جمعہ کے عظیم الشان فضائل سے واقف تھے اور وہ کسی فضیلت کے حاصل کرنے سے چوکتے نہیں تھے، اگر وہ اپنے یہاں جمعہ پڑھنے میں فضیلت سمجھتے یا اس کو اپنے اوپر ضروری سمجھتے تو ضرور جمعہ پڑھتے۔ [1]

(۱۳)......احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ:

حضور ﷺ کے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمانے سے پہلے جمعہ پڑھنے کا حکم نازل ہو چکا تھا، تو آپ ﷺ نے مکہ سے ہی مدینہ والوں کو جمعہ پڑھنے کا حکم بھیج دیا تھا۔ [2]

---

[1] چنانچہ ترمذی کی شرح معارف السنن میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد علامہ بنوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

فهٰذا يفيدنا فی عدم اقامة الجمعة فی القریٰ (معارف السنن جلد۴ صفحه ۳۴۶)

ان الجمعة ماتصح اقامتها فی القریٰ والا فكيف يستقيم ان يرضى البقية من الصحابة الذين لم يحضروا مسجد رسول الله ﷺ ان يتخلفوا عن اقامة الجمعة التی قد حث الشارع علیٰ فضائلها ورغب اليه الناس وفيها من انواع البركات والاجور وانه ﷺ قد اوعد تارک الجمعة وعيداً شديداً فی احاديث وهم كانوا احرص الناس على الخيرات وارغبهم فی الحسنات والزم الناس للطاعات وأمور البر واترک الناس للمنكرات والمعاصی ثم هو ﷺ كان ارحم الناس فی ارشاد الصحابة الیٰ امثال هٰذه الفضائل والتنبيه علی تقصير صدر عنهم فی مثل هٰذه المهمات والعوالی اقرب موضع المدينة فتحضر طائفة الیٰ مسجد رسول الله ﷺ وتتخلف آخرون ثم لايقيمون الجمعة فی مسجدهم بقباء وهو ﷺ يعلم كل ذالک ثم لايأمرهم بمعروف ولاينهاهم عن منكر فهٰذا اوضح دليل واقویٰ حجة علیٰ ان الجمعة ماكانت تلزمهم فی مثل تلک القریٰ الصغيرة والا ماكانت تفوت بقيتهم فی العوالی وانما كانوا يحضرون الجمعة مناوبة لكی يتفقهوا فی الدين ويتعلموا مسائل الشرع المبين ولينذروا قومهم ويعلموهم دينهم اذا رجعوا اليهم ولكی يتشرف بزيارته ﷺ فكانوا يتناوبون من أجل تلک المصالح الشرعية لانها كانت واجبة عليهم (معارف السنن جلد۴ صفحه ۳۴۶، ۳۴۷)

[2] اور آنحضرت ﷺ نے خود مکہ میں بھی جمعہ کی نماز ادا نہیں فرمائی۔

(جیسا کہ علامہ شوکانی نے نیل الاوطار جلد۳ صفحہ ۱۳۱ میں۔ حافظ ابن قیم نے زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۹۹ میں۔ اور حافظ جلال الدین سیوطی نے الاتقان جلد ۱ صفحہ ۳۰، النوع الثانی عشر میں اس کی تصریح کی ہے)

کیونکہ وہاں اذنِ عام کی شرط موجود نہیں تھی۔

Idara Ghufran

اوراس کے بعد آپ ﷺ نے مکہ معظّمہ سے جب ہجرت فرمائی تو قباء نامی گاؤں میں جواُس وقت مدینہ سے کچھ فاصلہ پرواقع تھا (نہ تو شہر تھا، اور نہ آج کل کی طرح مدینہ شہر کا حصہ تھا) قیام فرمایا، اور یہاں دس دن سے زیادہ قیام فرمایا (بخاری کی ایک روایت کے مطابق دس دن سے زیادہ اور ایک روایت کے مطابق چودہ دن یہاں آپ ﷺ نے قیام فرمایا)

مگراس عرصہ میں حضور ﷺ نے وہاں پر نہ خود جمعہ پڑھا اور نہ قباء کے لوگوں کو جمعہ پڑھنے کا حکم دیا (ملاحظہ ہو، بخاری جلد۱صفحہ۵۵۵)

فائدہ: اگر گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہوتا یا وہاں جمعہ کی نماز درست ہوتی تو جمعہ کا حکم نازل ہونے کے بعد حضور ﷺ خود بھی وہاں جمعہ ادا فرماتے اور قباء والوں کو بھی ''جوکہ وہاں مقیم تھے'' جمعہ پڑھنے کا حکم فرماتے۔ آپ نے اپنے فعل اور تقریر سے ثابت فرمادیا کہ دیہات وگاؤں میں جمعہ نہیں۔

اور حضور ﷺ کا فعل اور تقریر دونوں حدیث کا حکم رکھتے ہیں۔

(۱۴)......صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے آخری مرتبہ ۱۰ھ ہجری میں جب صحابۂ کرام کے بڑے مجمع کے ساتھ حج فرمایا ''جوکہ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے'' اس وقت عرفات کے میدان میں وقوف جمعہ کے دن واقع ہوا تھا اور اس بات پر بھی تمام روایات متفق ہیں کہ حضور ﷺ سمیت قریب اور دُور سے تشریف لائے ہوئے مسافر اور مقیم صحابۂ کرام نے اس موقع پر جمعہ کے دن ظہر کی نماز باجماعت ادا فرمائی۔

چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ:

''ثُمَّ اَذَّنَ ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّی الظُّھْرَ'' (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۹۷ باب حجة النبی ﷺ)

ترجمہ: ''پھر حضرت بلال نے ظہر کی اذان پڑھی، پھر اقامت کہی اور حضور ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی'' (ترجمہ ختم)

جمعہ کا دن ہوتے ہوئے حضور ﷺ اور صحابۂ کرام (جن میں بہت سے صحابہ مقیم بھی تھے) کا ظہر کی نماز ادا فرمانا اس وجہ سے تھا کہ عرفات شہر میں داخل نہیں تھا اور جمعہ صحیح اور واجب ہونے کی شرط شہر کا ہونا ہے۔ [۱]

---

[۱] بعض لوگوں کو یہاں یہ شبہ لگ جاتا ہے کہ حضور ﷺ کیونکہ مسافر تھے اور مسافر پر جمعہ کی نماز لازم نہیں اس لئے آپ ﷺ نے جمعہ کی نماز ادا نہیں فرمائی تھی، مگر یہ شبہ کوئی وزن نہیں رکھتا، کیونکہ آپ ﷺ کے ساتھ صحابۂ کرام کی بہت بڑی تعداد ایسی تھی جو مسافر نہیں تھی بلکہ مکہ یا قرب وجوار کے رہنے والوں کی تھی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ مبسوط میں ہے:

لِاَنَّ الْمِصْرَ مِنْ شَرَائِطِ الْجُمُعَةِ وَعَرَفَاتٌ لَيْسَتْ فِيْ حُكْمِ الْمِصْرِ (المبسوط للسرخسی جلد۴، باب الخروج من منیٰ)

ترجمہ: ''کیونکہ شہر جمعہ کی شرائط میں سے ہے اور عرفات شہر کے حکم میں نہیں'' (ترجمہ ختم)

(۱۵)......حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

اِنَّ اَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِيْ مَسْجِدِ عَبْدِالْقَيْسِ بِجَوَاثٰى مِنَ الْبَحْرَيْنِ (بخاری ج ۱ ص ۱۲۲ کتاب الجمعة فی القریٰ والمدن، وکتاب المغازی باب وفدعبدالقیس)

ترجمہ: '' سب سے پہلا جمعہ جو حضور ﷺ کی مسجد میں جمعہ کے بعد پڑھا گیا وہ عبدالقیس کی مسجد میں تھا، جو بحرین کے جواثی میں سے ہے'' (ترجمہ ختم)

معلوم ہوا کہ مسجدِ نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ جواثی میں پڑھا گیا، جو کہ ۶ھ ہجری یا ۸ھ ہجری میں پڑھا گیا تھا، اور جواثی شہر تھا۔

اس چھ یا آٹھ سال کی مدت میں مسجدِ نبوی کے بعد کسی بھی جگہ جمعہ قائم نہیں ہوا، حالانکہ ۶ھ تک اسلام دور دراز کی بستیوں تک پھیل چکا تھا، اس طویل اور لمبی مدت میں مدینہ شہر کے سوا کسی جگہ جمعہ کا نہ پڑھا جانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ چھوٹی بستیوں میں جمعہ جائز نہیں۔ [۱]

﴿گذشتہ صفحے کا باقی حاشیہ﴾

جو کہ مقیم تھے؛ مگر آپ ﷺ نے نہ ان کے جمعہ کی نماز کا انتظام فرمایا اور نہ ہی ان کو جمعہ کی نماز پڑھنے کا حکم فرمایا اور مسافر پر اگر چہ جمعہ کی نماز پڑھنا واجب نہیں لیکن اگر پڑھ لے یا پڑھا دے تو جمعہ ادا ہو جاتا ہے، لہٰذا اگر آپ ﷺ جمعہ کی نماز ادا فرما لیتے تو آپ کی نماز بھی ادا ہو جاتی اور تمام مقیم و مسافر صحابہ کی بھی ادا ہو جاتی، مگر آپ ﷺ نے اس کے باوجود نہ تو خود جمعہ کی نماز پڑھی اور نہ پڑھائی اور نہ ہی کسی دوسرے کو وہاں جمعہ پڑھنے کا حکم دیا جس کی وجہ اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہاں جمعہ پڑھنا جائز نہ تھا۔

[۱] جواثی کے بارے میں امام جوہری نے صحاح میں، علامہ زمخشری نے کتاب البلدان میں لکھا ہے کہ

''ان جواثیٰ اسم حصن بالبحرین لعبدالقیس ''

گویا کہ قلعہ کے نام پر اس کا نام پڑ گیا، اور قلعہ چھوٹے گاؤں میں نہیں ہوتا، اور واقعہ بھی یہی ہے کہ جواثی بڑا شہر تھا، علامہ نیموی نے متعدد اہل سیرت سے ثابت کیا ہے کہ یہ شہر زمانہ جاہلیت ہی سے بڑا مرکز اور منڈی تھا، اور جاہلیت کے شعراء نے بھی اپنے شعروں میں جواثی کو شہر ہی کی حیثیت سے ذکر کیا ہے (آثار السنن ص۲۳۱، عمدة القاری شرح بخاری ج۶ ص۱۸۷)

جواثی میں بنوعبدالقیس کے جمعہ پڑھنے کا واقعہ ۶ھ کے بعد کا واقعہ ہے، کیونکہ بنوعبدالقیس نے آنحضرت کے پاس سے واپس آنے کے بعد جمعہ قائم کیا تھا، اور بنوعبدالقیس کا وفد حضور ﷺ کے پاس حج فرض ہونے کے بعد آیا ہے، چنانچہ مسند احمد میں تصریح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو جو احکام دیئے ان میں حج کا حکم بھی شامل تھا، ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۱۶)......حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافتِ راشدہ کے دور میں عیدالاضحیٰ جمعہ کے دن آ گئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عید کے بعد اعلان فرمایا کہ:

’’اِنَّ ھٰذَا الْیَوْمَ قَدْ اِجْتَمَعَ لَکُمْ عِیْدَانِ فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّنْتَظِرَ الْجُمُعَةَ مِنْ اَھْلِ الْعَوَالِیْ فَلْیَنْتَظِرْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّرْجِعَ فَقَدْ اَذِنْتُ لَهٗ (بخاری ج ۲ ص ۸۳۵)

ترجمہ: ’’آج کے دن اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دوعیدوں کو جمع فرما دیا ہے، لہٰذا گاؤں والوں میں سے جو چاہے جمعہ کی نماز کا یہاں (مدینہ منورہ میں) انتظار کرے (اور جمعہ پڑھ کر جائے) اور جو چاہے بغیر جمعہ پڑھے لوٹ جائے میری طرف سے اجازت ہے‘‘ (ترجمہ ختم)

فائدہ: جمعہ کے انتظار کا مطلب یہی ہے کہ گاؤں میں جمعہ نہیں ہے اس لئے جو جمعہ کے انتظار میں رہنا چاہے رہ جائے ورنہ چلا جائے اور اپنے یہاں جا کر ظہر کی نماز اپنے وقت پر پڑھ لے اسے جمعہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

(۱۷)......حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت میں آتا ہے کہ:

اَنَّهٗ کَانَ یَشْھَدُ الْجُمُعَةَ فِی الطَّائِفِ وَھُوَ فِیْ قَرْیَةٍ یُقَالُ لَھَا الْوَھَطُ عَلٰی رَأْسِ ثَلَاثَةِ اَمْیَالٍ (مصنف ابنِ ابی شیبة جلد۲ صفحہ ۱۳)

﴿گذشتہ صفحے کا باقی حاشیہ﴾ اور حج کا حکم ۶ھ میں نازل ہوا، اور اہل سیرت نے عبدالقیس کے وفد کی آمد ۸ھ میں بتائی ہے لہٰذا جواثی میں جمعہ ۸ھ کے بعد یا کم از کم ۶ھ کے بعد پڑھا گیا (سیرت ابن ہشام ج۲ص۳۶۶، اعلاء السنن ج۸ص۲۵)

بعض حضرات نے ابوداؤد کے اس قول کی وجہ سے (کہ قریہ من قریٰ البحرین) جواثی کو گاؤں کہا ہے، جواب یہ ہے کہ لفظ قریہ عربی زبان میں محاورہ کے لحاظ سے شہر کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ قرآن کریم میں مکہ، مصر اور طائف کے لئے لفظ قریہ استعمال ہوا ہے

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ (سورة الزخرف آیت نمبر ۳۱)

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ ھٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَھْلُھَا. وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا. وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًا (سورة نساء آیت نمبر ۷۵)

وَسْئَلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ کُنَّا فِیْھَا (سورة یوسف آیت نمبر ۸۲)

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا ھٰذِهِ الْقَرْیَةَ (سورة بقرة آیت نمبر ۵۸)

حالانکہ ان آیات میں جو قریے مذکور ہیں وہ شہر ہیں، اسی طرح حدیث بالا میں لفظ قریہ شہر کے معنیٰ میں آیا ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ جواثی میں چار ہزار کی آبادی تھی (عمدة القاری)

ترجمہ: ’’حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ طائف میں جمعہ کی نماز کے لیے تشریف لاتے تھے، اور وہ گاؤں میں قیام پذیر تھے جس کا نام وہط تھا، جو طائف سے تین میل کے فاصلے پر تھا‘‘ (ترجمہ ختم)

فائدہ: ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے گاؤں میں جمعہ کی نماز کے جواز کے قائل نہیں تھے اس لیے جمعہ کی نماز کے لیے طائف شہر میں تشریف لاتے تھے، اور طائف شہر تھا نہ کہ گاؤں اور شہر میں جمعہ جائز ہے، گاؤں میں جائز نہیں۔

(۱۸)......حضرت ابوالبختری سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

رَأَیْتُ اَنَسًا شَهِدَ الْجُمُعَةَ مِنَ الزَّاوِیَةِ وَهِیَ فَرْسَخَانِ مِنَ الْبَصْرَةِ (مصنف ابنِ ابی شیبة جلد۲ صفحہ ۱۰۲)

ترجمہ: ’’میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ جمعہ پڑھنے کے لیے زاویہ نامی مقام سے تشریف لاتے تھے، جو بصرہ سے دو فرسخ (چھ میل) کے فاصلے پر تھا‘‘ (ترجمہ ختم) [1]

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے اُس گاؤں میں جمعہ نہیں پڑھتے تھے (کیونکہ ان کے نزدیک وہاں جمعہ جائز نہیں تھا) اور جب جمعہ کی نماز پڑھنا چاہتے تھے تو بصرہ میں تشریف لاتے تھے، اور بصرہ شہر تھا جہاں جمعہ کی نماز جائز تھی۔ [2]

---

[1] ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے (جواہر الفقہ جلد۱)
فیہ کان قصر انس بن مالک (معجم البلدان جلد۲ صفحہ ۳۸۶)

[2] امام بخاری رحمہ اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ:
وکان انس فی قصرہ احیانا یُجمِّعُ واحیانا لایجمع وهو بالزاویة علیٰ فرسخین (بخاری ج ۱ ص ۱۲۳، باب من أین تؤتی الجمعة وعلیٰ من تجب)
ترجمہ: ’’حضرت انس رضی اللہ عنہ مقامِ زاویہ سے دو فرسخ کبھی جمعہ پڑھتے اور کبھی نہ پڑھتے تھے‘‘ (ترجمہ ختم)
ہم نے جو اوپر روایت نقل کی ہے، وہ تفصیلی ہے اور امام بخاری نے جو روایت نقل کی ہے وہ مختصر ہے اور بخاری کی روایت کا مطلب وہی ہے جو اوپر کی تفصیلی روایت سے معلوم ہو رہا ہے۔
کیونکہ اگر یہ مطلب لیا جائے کہ حضرت انس مقامِ زاویہ میں ہی کبھی جمعہ پڑھتے تھے اور کبھی چھوڑتے تھے، تو یہ مطلب درست نہیں بنتا کیونکہ اگر وہ مقامِ زاویہ میں جمعہ کو فرض سمجھتے تھے تو چھوڑتے کیوں تھے، کیا کوئی ایسی روایت بھی ہے کہ حضرت انس مقامِ زاویہ میں کبھی فجر کی نماز پڑھتے اور کبھی نہیں پڑھتے تھے؟
معلوم دونوں روایتوں کو ملا کر یہ ہوتا ہے کہ حضرت انس زاویہ گاؤں سے فاصلے پر رہتے تھے جب وہ زاویہ سے فاصلے پر رہتے ہوئے جمعہ کے دن جمعہ نہ پڑھتے تھے اور جب جمعہ کے دن بصرہ تشریف لے جاتے تو شہر میں وہاں جمعہ پڑھ لیتے، لہٰذا بخاری کی روایت کبھی جمعہ پڑھتے کا مطلب یہ ہے کہ بصرہ شہر میں آ کر اور کبھی نہ پڑھتے کا مطلب یہ ہے کہ زاویہ گاؤں کے نواح میں رہتے تو نہ پڑھتے، ورنہ اس کا مطلب غلط ہو جائے گا جیسا کہ پیچھے گزرا۔

خلاصہ یہ کہ آنحضرت ﷺ اور صحابۂ کرام خصوصاً خلفائے راشدین کے قول، فعل اور تقریر سے معلوم ہوا کہ گاؤں والوں پر جمعہ نہیں اور گاؤں، دیہات اور جنگل میں جمعہ کے دن جمعہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں، اور وہاں جمعہ کے دن بھی روزمرہ کی طرح ظہر کی نماز پڑھنا ضروری ہے، ایسی جگہ جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ذمہ میں باقی رہے گی، ظہر اور جماعتِ ظہر دونوں ترک کرنے کا گناہ الگ ہوگا، اور یہ جمعہ کے نام سے پڑھی گئی نماز نفل شمار ہوگی، اور بھی کئی خرابیاں لازم آئیں گے (جن کا ذکر آگے آتا ہے)

اب رہا یہ سوال کہ شہر کی پہچان وعلامت کیا ہے؟ جس کی بنیاد پر اس کو شہر قرار دیا جائے اور وہاں جمعہ کی نماز کو جائز اور صحیح قرار دیا جائے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی بھی آبادی کا شہر یا گاؤں ہونا عرف پر موقوف ہے، اور عرف ہی سے اس کا گاؤں یا شہر ہونا معلوم ہوتا ہے؛ تو جو آبادی عرف میں شہر سمجھی جاتی ہو، اس کو شہر قرار دیا جائے گا، اور جو گاؤں سمجھی جاتی ہو، اس کو گاؤں قرار دیا جائے گا۔

آج کل شہر کی دو بنیادی علامات ایسی ہیں کہ جن کی بنیاد پر آبادی کو شہر کا حکم دیا جائے گا۔

ایک یہ کہ اس کی آبادی زیادہ ہو، یعنی تین چار ہزار کے لگ بھگ ہو۔

اور دوسرے یہ کہ اس میں مستقل بازار ہو، جس میں روزمرہ کی ضروریات بآسانی دستیاب ہوں۔

چنانچہ امداد الاحکام میں ہے:

> مصر (شہر) کی علامات ہر زمانہ میں مختلف ہوئی ہیں آجکل علامات یہ ہیں کہ تین چار ہزار کی آبادی ہو، بازار ہو جس میں سب ضروریات ملتی ہوں اور وہ بازار مستقل ہو ہفتہ وار بازار لگنا کافی نہیں، اور ڈاکخانہ وغیرہ ہو (امداد الاحکام ج ا ص ۷۵۹)

اور احسن الفتاویٰ میں ہے:

> عرفِ عام میں مصریت کے لئے یہ لازم ہے کہ گلی کوچے ہوں، بازار میں دورویہ آپس میں متصل دوکانیں ہوں، عمارتیں پختہ ہو اور ضرورت کی اکثر اشیاء مل سکتی ہوں (احسن الفتاویٰ جلد۴ صفحہ ۱۶۵)

گاؤں میں جمعہ کی نماز پڑھنے کے شرعی مفاسد اور نقصانات

ملحوظ رہے کہ گاؤں دیہات میں اگر جمعہ کی نماز پڑھی جائے تو کئی خرابیاں اور گناہ لازم آتے ہیں، مثلاً:

(۱)...... جمعہ کی نماز صحیح ہونے کی شرط نہ پائی جانے کی وجہ سے یہ نماز نفل شمار ہوگی اور اس

طرح نفل کی جماعت مکروہ ہے۔

(۲)......اس نفل نماز میں بآوازِ بلند قراءت ہوگی اور دن کی نوافل میں بلند آواز سے قرأت کرنا ممنوع ہے۔

(۳)......گاؤں والوں پر جمعہ لازم نہیں اور ان کو اس کے باوجود جمعہ لازم سمجھنا یہ غیر لازم کو لازم سمجھنا ہے، جس کو التزام مالا یلزم کہا جاتا ہے، یہ بھی شرعاً ممنوع اور گناہ ہے۔

(۴)......ظہر کی جماعت ترک کرنا ہوگا اور یہ بھی کوئی کم گناہ نہیں (یہ جب ہے کہ کوئی بعد میں ظہر کی نماز پڑھ بھی لے)

(۵)......ظہر کے بجائے جمعہ کی نماز پڑھنے پر اکتفاء کرنے کی صورت میں ظہر کی نماز کا بالکلیہ چھوڑ دینا پایا جائے گا، اور ظہر کی نماز کا فریضہ ذمہ میں باقی رہے گا، جو ان سب میں بڑھ کر کبیرہ گناہ ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:
دوسرے مجتہد کے قول پر عمل کرنا یا تو اس وقت جائز ہے جب اپنے مذہب کے مکروہ کا ارتکاب لازم نہ آوے اور یا موضع ضرورت میں جائز ہے اور ظاہر ہے کہ جمعہ میں نہ تو کوئی ضرورت ہے اور جو مصلحتیں لکھی ہیں یہ حدِ ضرورت کو نہیں پہنچیں کیونکہ ضرورت کی حقیقت یہ ہے کہ بدون اس کے کوئی ضرر لاحق ہونے لگے، اور ضرر سے مراد حرج اور تنگی اور مشقت ہے، سو یہ امور متحقق نہیں، اور جمعہ پڑھنے سے اپنے مذہب کے چند مکروہات کا ارتکاب بھی لازم آتا ہے۔ اولؔ نفل کی جماعت، دومؔ نوافلِ نہار میں جہر، سومؔ غیر لازم کا التزام، چہارمؔ ترک جماعت فرض ظہر، پنجمؔ اگر کوئی ظہر نہ پڑھے تو ترکِ فریضہ کہ حرام اور فسق ہے، اور یہ بھی معلوم ہے کہ مصر شرائطِ جوازِ جمعہ سے ہے، شرائط وجوب سے نہیں، پس یہ احتمال بھی دفع ہوگیا کہ اگر واجب نہیں تو جائز تو ہو جاوے گا۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں جمعہ پڑھنا حنفیہ کے نزدیک ممنوع اور ناجائز ہے (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۴۳۱)

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان

۱۸/شعبان ۱۴۲۸ھ

دارالافتاء والاصلاح ادارہ غفران راولپنڈی

Idara Ghufran

کیا آپ جانتے ہیں؟ ترتیب: مفتی محمد یونس

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سوالات وجوابات

محرم ۱۴۲۵ھ، بروز جمعہ کے سوالات اور حضرت مدیر کی طرف سے ان کے جوابات۔
ان مضامین کو ریکارڈ کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے، ٹیپ سے نقل کرنے کی خدمت مولانا ابرار ستی صاحب نے اور نظر ثانی، ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا مفتی محمد یونس صاحب نے انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

مقتدی اور امام کے درمیان کتنے فاصلے سے نماز ہو جاتی ہے؟

سوال: اگر امام مع کچھ مقتدیوں کے اوپر والی منزل میں ہو اور کچھ مقتدی نیچے والی منزل میں ہوں تو کیا ان کی نماز ہو جائے گی؟

جواب: اس صورت میں ان کی نماز ہو جائے گی، نماز صحیح ہونے کی شرط یہ ہے، کہ امام اور مقتدیوں کے درمیان حد فاصل نہ ہو (یعنی کوئی فاصلہ ایسا نہ ہو جو امام اور مقتدی کے تعلق کو ختم کر رہا ہو) لہٰذا اب اگر اوپر والی منزل بھی مسجد ہے اور نیچے بھی مسجد ہیت ومکان ایک ہی ہے تو پھر تو امام اور مقتدیوں کا تعلق قائم ہے، مثلاً یہ کہ اس مسجد کا نیچے والا حصہ بھی مسجد ہے، تو مکان ایک ہی شمار ہوگا، پس اگر ایسی جگہ کچھ لوگ نیچے نماز پڑھ رہے ہیں اور کچھ اوپر تو وہ ایک مکان ہی میں ہیں۔ اور اتحادِ مکان کی شرط موجود ہے اور کسی امام کی اقتداء صحیح ہونے کے لئے اتحادِ مکان ضروری ہے یا اسی طریقے سے مثلاً کوئی ایک گھر ہے جس کا پورشن (منزل) بھی ہے اور نیچے کا بھی ہے، اوپر امام صاحب ہیں اور کچھ مقتدی بھی ہیں اور کچھ مقتدی نیچے بھی ہیں تو بھی تعلق قائم ہے۔ اور اگر اوپر نیچے کے مکان مختلف ہیں مثلاً الگ الگ فلیٹ ملکیتی طریقے پر بیچے جاتے ہیں تو وہ الگ الگ شمار ہونگے اور اوپر والوں کا نیچے والے سے تعلق نہیں ہوگا، کیونکہ یہاں نیچے والا حصہ اوپر کے اور اوپر والا نیچے کے تابع نہیں ہوتا، وہاں پر نیچے والے یا اوپر والے کی نماز صحیح ہونے کے لئے ضروری ہوگا، کہ صفیں ملی ہوئی ہوں، صفیں ملنے کا طریقہ یہ ہے کہ اوپر کا پورے کا پورا حصہ پُر ہو گیا ہو، یا نیچے کا جہاں بھی نماز پڑھی جا رہی ہے، نیز درمیان سے کوئی راستہ بھی نہ گزر رہا ہو، اور متصلاً ہی نیچے نماز پڑھ رہے ہوں تو نماز درست ہو جائے گی، اور اگر ایسا ہو کہ درمیان سے راستہ گزر رہا ہو اور کچھ مقتدی جگہ خالی

چھوڑ کر پیچھے کہیں نماز پڑھ رہے ہیں، تو مکان الگ الگ ہو جائے گا بہر حال اگر صفیں متصل ہوں تو چاہے امام صاحب مسجد میں ہوں اور مقتدی باہر سڑک پر ہوں، تو اب سڑک الگ چیز ہے اور مسجد الگ چیز ہے، لیکن صفیں ملی ہوئی ہیں تو پھر کوئی بھی خلل نہیں، لیکن صفوں میں اگر اتصال نہ ہو کہ کچھ مقتدی یہاں ہیں اور یہ پورا ہال بھرا ہوا نہیں اور کچھ مقتدی نیچے ہیں۔ تو نیچے والے مقتدیوں کی نماز تب صحیح ہو سکتی ہے، جب وہ مکان اس کے تابع ہو اور اس کا حصہ ہو اور اگر اس کا حصہ نہ ہو تو صفیں ملی ہوئی ہوں متصل ہوں تو پھر نماز صحیح ہو جائے گی۔ خلاصہ یہ کہ اگر امام و مقتدی کا محل و مکان متحد ہے خواہ حقیقتاً ہو جیسے ایک کمرہ یا حکماً ہو جیسے ایک مسجد کا اوپر اور نیچے والا حصہ تو بغیر اتصال کے بھی نماز درست ہو جائے گی، ورنہ اتصال ضروری ہوگا۔ مگر یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر نماز صحیح ہو جاتی ہے تو پہلی صفوں کو پر کئے بغیر لوگ دور دراز نماز پڑھا کریں اور کھڑے ہو جایا کریں یہ جائز نہیں گناہ ہے (عمدۃ الفقہ ج۲ص ۱۹۷، ۲۰۹)

فرض حج کی بجائے صدقہ کر دینے سے کیا حج ادا ہو جائے گا؟

سوال : اگر کسی شخص پر حج فرض ہو اور وہ حج پر جا بھی سکتا ہو مگر اس کے قریبی رشتہ دار ضرورت مند ہوں اور قرض دار ہوں تو کیا وہ حج پر جائے یا ان کی مدد کرے؟ اور اگر وہ حج پر جانے کی بجائے ان کی مدد کرتا ہے تو کیا اس کا حج ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب : جس طرح روزے کا فریضہ روزہ رکھنے سے ہی ادا ہوتا ہے۔ آپ ہزار لوگوں کو کھانا کھلا دیں لیکن روزے کی قدرت ہو تو روزے کی جگہ روزہ ہی رکھنا پڑے گا۔ اسی طریقے سے مثلاً نماز فرض ہے اور اس کے بجائے آپ روزے رکھتے رہیں لیکن نماز نہ پڑھیں تو نماز کا فریضہ ادا نہیں ہوگا۔ تو اسی طریقے سے صدقہ شریعت کا الگ حکم ہے۔ اور حج الگ حکم ہے۔ یہ حکم حج کا فریضہ ادا کرنے سے ہی ادا ہوتا ہے۔ دنیا جہان کی کوئی بھی چیز اس کی متبادل نہیں بن سکتی۔ خواہ انسان کچھ بھی کر لے، ہاں اگر خود حج کرنے کی قدرت نہ ہو تو پھر کسی دوسرے کو حج پر بھیج دے۔ حج ادا کرنے کی قدرت ہے۔ جا بھی سکتا ہے اور مال بھی اتنا ہے کہ حج فرض ہو گیا ہے تو پھر اس کے ذمہ حج کرنا فرض ہے۔ حج کے بجائے اس کے لئے صدقہ کرنا جائز نہیں ہے، اگر ایسا شخص صدقہ کر کے مال کم کر دیتا ہے، اور اب مال اتنا نہیں رہتا کہ حج کر سکے تو حج اب بھی فرض رہے گا، اور اگر اس حال میں مر گیا تو گناہ گار ہو کر مرے گا، یہ حکم فرض حج کا ہے، اور نفل حج کا حکم الگ ہے، اس پر ہم نے الگ سے تفصیلی مضمون لکھا ہے، اسے ملاحظہ کر لیا جائے (ملاحظہ ہو آپ کے مسائل اور ان کا حل ج۴ص ۳۹، فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج۶ص ۵۱۶)

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ﴾ مولوی طارق محمود

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت ابراہیم علیہ السلام (قسط۱۳)

سورہ ممتحنہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک خاص دعا کا تذکرہ کیا گیا ہے، جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز ونیاز کے ساتھ یہ عرض کررہے ہیں:

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا (سورہ ممتحنہ آیت ۵)

''اے ہمارے پروردگار ہم کو ان لوگوں کے لئے ''فتنہ'' نہ بنا جو کافر ہیں'' ۱؎

اس آیت میں قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا میں مراد کیا ہے، اور کافروں کے لئے فتنہ نہ بننے سے ان کی کیا مطلب ہے؟

اس کو مفسرین حضرات نے تین طرح سے حل فرمایا ہے، لیکن ان تینوں وجوہات میں غور کرنے سے یہ بات بآسانی معلوم ہوسکتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا اپنی وسعت اور گہرائی کے اعتبار سے تینوں چیزوں پر حاوی ہے۔

۱؎ فتنہ ''فَتَنَ'' سے ماخوذ ہے، جب سونے کو آگ میں تپاتے ہیں کہ کھوٹ اور میل جل کر خالص سونا باقی رہ جائے تو اس کے لئے ''فتن الذہب'' کہا جاتا ہے۔

اور اصطلاحی معنیٰ میں فتنہ امتحان، آزمائش اور پرکھنے کو کہتے ہیں، اسی لئے انسان پر جو مصیبتیں، تکالیف اور سختیاں آتی ہیں ان کو اسی مناسبت سے فتنہ کہا جاتا ہے۔

قرآنِ مجید میں بھی مال، اولاد اور منصب وجاہ کو اسی معنیٰ کی وجہ سے فتنہ کہا گیا ہے، اور صاف صاف یہ فرمایا گیا ہے کہ سچے اور جھوٹے مسلمان کو جانچنے کے لئے مومن کو اس کسوٹی پر ضرور پرکھا جاتا ہے۔

سورہ عنکبوت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ (آیت ۲)

یعنی ''کیا لوگوں نے یہ گمان کرلیا ہے کہ جو لوگ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں وہ یوں ہی چھوڑ دیئے جائیں گے اور آزمائے نہ جائیں گے''

سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (آیت ۳۹)

یعنی ''اور ان مشرکوں سے جنگ کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ مٹ جائے اور دین سب کا سب خالص اللہ کے لئے رہ جائے''

Idara Ghufran

(۱)......اس دعا کا پہلا مطلب

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس طرح دعا فرما رہے ہیں کہ ’’کافروں کو ہمارے لئے فتنہ نہ بنا‘‘ یعنی ہمارے اوپر رزق کے معاملے میں تنگی ہو اور کافروں پر کشادگی ہو جس کی وجہ سے ہم کفار کے محتاج ہو جائیں، اور اس محتاجگی کی وجہ سے کفار ہمارے ذریعے اپنے مقاصد کو پورا کریں، اور یہ گمان کرنے لگیں کہ ہم تو حق پر ہیں کیونکہ ہمارے اوپر دنیا کشادہ کر دی گئی ہے اور مسلمان باطل پر ہیں اس لئے دنیا کی تنگی میں مبتلا ہیں، اور اس طرح کفار کی جرأت مسلمانوں پر مزید بڑھے گی۔ [۱]

(۲)......اس دعا کا دوسرا مطلب

حضرت ابراہیم علیہ السلام ان جامع کلمات سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے یہ چیز طلب فرما رہے ہیں کہ یا اللہ تو ہم کو کافروں کے ہاتھوں آزمائش کے لئے نہ چھوڑ دینا کہ وہ کافر ہم کو ایمان سے دور کرنے کے لئے اور کفر کو قبول کرنے کے لئے طرح طرح کے مصائب وآلام کا شکار بنائیں اور جبر وظلم کے ذریعہ سے ہم کو ہدایت سے گمراہی کی طرف لے جانے پر دلیر ہو جائیں۔ [۲]

(۳)......اس دعا کا تیسرا مطلب

اس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام فتنہ کہہ کر عذاب مراد لیتے ہیں، اس لئے کہ عذاب فتنہ کی مختلف شکلوں میں سے ایک بھیانک شکل ہے، اور عرض کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو ایسی حالت پر کبھی نہ پہنچانا کہ ہم کافروں اور مشرکوں کے ہاتھوں طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہو جائیں اور اس کا نتیجہ یہ نکلے کہ ہم اپنی پستی، ذلت وغلامی اور دشمنوں کی دنیوی عزت وجاہ، عروج وترقی اور حاکمانہ اقتدار کو دیکھ دیکھ کر یہ کہہ اٹھیں کہ اگر ہم حق پر ہوتے تو اس ذلت ونقصان میں نہ ہوتے، اور اگر کفر وشرک خدا کی نظر میں مبغوض ہوتا

---

[۱] وقیل لاتبسط علیھم الرزق دوننا فان ذالک فتنۃ لھم (تفسیر الرازی تحت سورۃ الممتحنہ آیت ۵)

[۲] اس معنیٰ کا قرینہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذی اقتدار اور با اختیار کافر ومشرک جماعت کے سامنے جرأت وبہادری کے ساتھ یہ اعلان کر دیا کہ ہم تمہارے عقائد کے قطعاً منکر ہیں ’’کفرنا بکم‘‘ اور ہمارے اور تمہارے درمیان اسلام کے اقرار وانکار اور اسلام کو قبول کرنے اور نہ کرنے کا کھلا فرق موجود ہے، تو اس صورتِ حال میں ایک جلیل القدر پیغمبر اور عظیم المرتبہ ہادی کے لئے یہ بات انتہائی ضروری تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کرے کہ اے لازوال قدرتوں کے مالک تو کسی طرح اور کسی حالت میں بھی کافروں کو ہم پر غلبہ نہ عطا فرما اور کافر کسی بھی صورت میں ہمارے اوپر اس طرح قابو نہ فرما لیں کہ ایمان وکفر کے متعلق یہ اعلانِ جنگ ہمارے لئے امتحان وفتنہ کا باعث بن جائے اور مشرک ہم کو کفر کی جانب واپس لانے کی جرأت کر سکیں۔

تو ان کافروں اور مشرکوں کو یہ عزت، جاہ اور یہ دنیا کی کامیابی حاصل نہ ہوتی۔

یعنی ہم سے حق و باطل کا امتیاز ہی اٹھ جائے، پس ہم کو ایسے فتنہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ فرما (جاری ہے)

۱؎ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے اس پہلو میں ہمارے لئے سینکڑوں عبرتیں اور نصائح ہیں، اس لئے کہ گذشتہ کچھ زمانے سے اسلامی دنیا اپنی غیر اسلامی روش کی وجہ سے جس طرح غیر اسلامی اقتدار کے نیچے دبی ہوئی اور ہر طرح سے مجبور و مقہور نظر آتی ہے، اور اس نے کچھ لوگوں کو اس طرح حقیر و ذلیل بنا دیا ہے کہ ان کی فکر و عمل کی صلاحیتیں اتنی کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہوگئی ہیں اور وہ اتنے زیادہ احساسِ کمتری میں مبتلا ہوگئے ہیں کہ وہ بے خوف و خطر یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ اسلام نہ خدا پرستی کا نام ہے اور نہ عقائد و اعمالِ صالحہ کی زندگی کا، بلکہ صرف مادی شان و شوکت (حکومت) اور اس کے ذریعہ عیش و عشرت کے حصول کا دوسرا نام مذہب و اسلام ہے، اور نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ اس مادی قوت کے لئے ڈسپلن اور ضبط و نظم کے حصول کے لئے صرف ایک طریق کار ہیں نہ کہ مقصدِ حیات۔ اور دنیاوی شان و شوکت اور حکومت و بادشاہت ہی درحقیقت جنت ہے جس کا وعدہ قرآن مجید میں کیا گیا ہے اور جس کو یہ دنیوی شان و شوکت اور حکومت و بادشاہت حاصل نہیں وہ گویا کہ جہنم میں ہے اور جہنم اسی کا دوسرا نام ہے، اور باقی آخرت میں دوبارہ زندہ ہونا، بعث و حشر، اور جنت و جہنم سب فرضی تخیلات ہیں جن کا نہ ابھی وجود ہے اور نہ بعد میں کبھی وجود ہوگا (العیاذ باللہ)

اور دنیا میں جن قوموں کو اقتدار، طاقت و قوت اور اس کی وجہ سے عیش و عشرت حاصل ہے قرآن میں مذکورہ حقیقی مومن کے مصداق وہی ہیں نہ کہ وہ خدا پرست مسلمان جو اس دنیوی مادی کرّ و فر سے محروم و مجبور ہیں۔

چنانچہ عنایت اللہ المشرقی کی کتاب ''تذکرہ'' انہی ملغوبوں سے بھری ہوئی ہے، جس میں اس خلافِ شریعت اور خلافِ اسلام غلط عقائد کی ایک بھرمار ہے۔

یہی وہ خوفناک حقیقت ہے جس کے تصور نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لرزہ براندام کر دیا اور انہوں نے نہایت عاجزی کے ساتھ ان ناپاک خیالات سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ ہم پر وہ وقت کبھی نہ آئے کہ ہمیں کفر کی شان و شوکت اور طاقت اتنا مغلوب کر دے کہ توحید کے پرستار اس سخت اور کڑی آزمائش میں مبتلا ہو کر حق و باطل کے درمیان امتیاز بھی کھو بیٹھیں۔

وقال مجاهد :ای لاتعذبنا بایدیهم اوبعذاب من عندک فیظنوا انهم محقون وانا مبطلون فیفتنوا لذالک (روح المعانی ،سورة الممتحنه تحت آیت ۵)

ای لاتسلط علینا فیفتنونابعذاب(تفسیر النسفی،،سورة الممتحنه تحت آیت ۵)

ای لاتظهر علینافیظنوا انهم علی حق فیفتنوا ،ای تذهب عقولهم بنا(تفسیرالجلالین،،سورة الممتحنه تحت آیت ۵)

طب و صحت حکیم محمد فیضان

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

پیچش (DYSENTERIES)

یہ ایک سخت تکلیف دہ بیماری ہے۔عربی میں اس مرض کو زحار یا زحیر کہتے ہیں۔

اس بیماری میں اجابت سخت درد اور مروڑ کے ساتھ بار بار ہوتی ہے۔اگر صرف دست آئیں تو یہ اسہال ہے، ساتھ میں مروڑ ہو تو پیچش کہتے ہیں۔

اطباء نے اس مرض کی دو اقسام بیان فرمائی ہیں۔

(۱)......صادق: جس میں پاخانہ کے ساتھ صرف دو چار قطرے خون اور آؤں (بلغم سا) آتے ہیں، اور پیٹ میں سخت درد و مروڑ ہوتا ہے۔

(۲)......کاذب: جس میں پاخانہ برائے نام ہوتا ہے، سخت مروڑ کے ساتھ لیسدار رطوبت (آؤں) اور خون خارج ہوتے ہیں۔

(۳)......امیبائی پیچش: دنیا کے مختصر ترین جانداروں میں ایک حیوان امیبا ہے۔یہ ایک جیلی کی شکل کا لوتھڑا ہے۔اس کی درجنوں قسمیں ہیں۔یہ آنتوں میں رہتا ہے، وہاں سوراخ بھی کرسکتا ہے اور آنتوں سے جگر اور پھیپھڑوں میں بھی پہنچ سکتا ہے۔یہ بھی پیچش کا ایک سبب ہوسکتا ہے، ہم یہاں اس کی تفصیل میں نہیں جائیں گے۔

اسباب: جدید طب میں اس کا سبب جراثیم کو بتایا جاتا ہے جس کی متعدد اقسام بتائی جاتی ہیں جو کہ اکثر موسم گرما میں وبائی صورت میں پھیل سکتی ہیں۔وہ کھانے پینے کی اشیاء جن پر مکھیاں بیٹھی ہوں یا گندا آلودہ اور جوہڑوں وغیرہ کا پانی پینے سے ہوسکتی ہے۔زیادہ تر بچوں کو ہوا کرتی ہے۔

جب کہ قدیم اطباء کے مطابق باسی اور سڑی بسی غذاؤں، مثلاً باسی گوشت، باسی سڑی ہوئی مچھلی، یا زیادہ انڈے کھانے سے، یا قبض کی صورت میں بار بار تیز مسہل لینے سے، یا خالص صفراء، صفراء اور بلغم مل کر انتڑیوں پر گرنے سے، اور کبھی غلیظ لیسدار یا خشک سدے آنتوں میں پڑ جانے سے، آنتوں میں کسی

تیز مادہ کے جمع ہونے سے اندرونی سطح پر ورم ہو جاتا ہے، یا آنتوں میں زخم ہو جاتے ہیں، جب ان آنتوں میں کوئی تکلیف پیدا ہو جاتی ہے تو طبیعت اس کو نہایت سختی اور شدت سے دور کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

علامات: پہلے مروڑ کے ساتھ پتلے پتلے آؤں کے ساتھ دست آتے ہیں، بھوک کم لگتی ہے، ہلکا سا بخار ہو جاتا ہے، اس کے بعد بار بار پاخانہ کی حاجت ہوتی ہے۔ رفع حاجت کے لئے زور لگانا پڑتا ہے، پیٹ میں شدید درد اور مروڑ ہوتا ہے، پاخانہ بہت کم مقدار میں خون اور آؤں ملا ہوا خارج ہوتا ہے۔ جب مرض زیادہ شدید ہو جائے تو رات دن میں دس بیس بلکہ تیس چالیس بار تک پاخانہ کی حاجت ہوتی ہے۔ بعض مرتبہ پاخانہ کے راستے بہت سارا خون خارج ہوتا ہے۔ مریض بہت کمزور ہو جاتا ہے۔ کبھی پاخانہ کے ساتھ خشک اجزاء یعنی سدے آتے ہیں۔

علاج: علاج کے شروع میں روکنے والی ادویہ کا استعمال نہ کریں بلکہ روغن بیدانجیر 4 تولہ ایک پاؤ گرم دودھ میں شامل کر کے مصری سے میٹھا کر کے رات کو پلانا چاہئے، تاکہ اگر کوئی سدہ پھنسا ہو تو خارج ہو سکے۔ گھریلو علاج کے طور پر دہی اور اسپغول استعمال کرنا بہت مفید ہے۔ عرق بید مشک، عرق سونف، مربہ بیل گری کا بار بار استعمال کرنا بھی مفید ہے۔

پانی کی کمی کی صورت میں ORS کا تازہ محلول حسب ترکیب تھوڑا تھوڑا دینا چاہئے۔

مرض بڑھنے کی صورت میں مستند معالج سے علاج کرانا چاہئے۔

پرہیز: کھانا کم کھائیں، کھٹی میٹھی چیزوں سے، گرم چیزوں سے، سرخ مرچ، گرم مصالحہ، گوشت، بیگن، میتھی، گڑ، تیل، مچھلی، انڈا، آلو، اروی، لوبیا، بھنے ہوئے چنے، اور خشک چیزوں سے پرہیز کریں۔

غذاء: مونگ کی دال کی نرم کھچڑی، خشکا چاول دہی کے ساتھ، اس کے علاوہ کوئی غذا استعمال نہ کریں۔ جب مرض میں افاقہ ہو تو مونگ کی دال، ارہر کی دال کے ساتھ چپاتی شوربا، ٹھنڈی ترکاریاں مثلاً کدو، پالک، خرفہ، ککڑی، کھیرا وغیرہ حسب عادت دینی چاہئے۔ برسات کے موسم میں گلی سڑی سبزیاں، پھل ہرگز استعمال نہ کریں، پینے کے لئے پانی کو ہمیشہ ابال کر استعمال کرنا چاہئے۔

واللہ اعلم بالصواب

اخبار ادارہ

مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

□......جمعہ ۲۵/ رجب، ۳/ ۱۰/ ۱/ شعبان کو تینوں مسجدوں میں حسبِ معمول جمعہ سے پہلے وعظ اور جمعہ کے بعد دینی مسائل کی نشستیں منعقد ہوتی رہیں۔ جمعہ ۳/ شعبان پندرہ روزہ فقہی مجلس منعقد ہوئی، جمعہ ۱۸/ شعبان کو کچھ مشاغل کی وجہ سے یہ مجلس منعقد نہ ہوسکی۔

□......جمعہ ۱۰/ شعبان کی شام مفتی محمد یونس صاحب، مولانا عبدالسلام صاحب بندہ محمد امجد کچھ ادارہ کے اور کچھ ذاتی امور سے لاہور روانہ ہوئے، اتوار کی صبح واپسی ہوئی۔

□......ہفتہ ۲۶/ رجب کو استاد القراء قاری محمد یعقوب صاحب دامت برکاتہم (جامعہ اسلامیہ، صدر راولپنڈی) کی اہلیہ صاحبہ کا انتقال پر ملال ہوا، مولنا عبدالسلام صاحب، بندہ محمد امجد جنازہ میں شریک ہوئے، اللہ تبارک وتعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور مغفرت فرمائے، اور پسماندگان کو صبر وحوصلہ عطا فرمائے۔ ہفتہ ۴/ شعبان سے شعبہ کتب کے سالانہ امتحان شروع ہوئے جو بدھ تک جاری رہے۔

□......اتوار ۲۰/ ۲۷/ رجب بعد ظہر ہفتہ وار بزمِ ادب منعقد ہوئی، ۲۷/ رجب کی بزمِ ادب تعلیمی سال کی آخری بزمِ ادب تھی

□......اتوار ۲۰/ ۲۷/ رجب و ۵/ ۱۲/ ۱۹/ شعبان بعد عصر ہفتہ وار مجلس ملفوظات منعقد ہوتی رہی۔

□......اتوار ۵/ شعبان کی شام حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم نے جناب عبدالوحید صاحب (پنڈی پرنٹرز) کے بھانجے کا نکاح پڑھایا، منکوحہ بھی عبدالوحید صاحب کی بھانجی تھی (دوسری بہن کی بیٹی)

□......پیر ۶/ شعبان مولوی طارق محمود کے ہاں بچی کی ولادت ہوئی، ''رملہ'' نام تجویز ہوا، اللہ تعالیٰ آنکھوں کی ٹھنڈک اور نیک صالح بنائے، اسی دن ظہر کے بعد انہوں نے اس خوشی میں ضیافت کا اہتمام کیا۔

□......منگل ۲۲/ رجب حضرت اقدس نواب قیصر صاحب دامت برکاتہم کے بھائی جناب نواب سلیم صاحب کا طویل علالت کے بعد کراچی میں انتقال ہوا، حضرت کے بھائی صاحب بھی مجموعہ محاسن اور اونچی نسبتوں کے حامل بزرگ تھے، حضرت جی کی طرح آپ بھی براہِ راست حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ سے بیعت تھے، حضرت سے عمر میں دوسال چھوٹے تھے، اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کے درجات بلند فرمائے، اور آپ کے فیض کو آپ کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین۔

□......منگل ۲۹/ رجب حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم، اور آپ کے ہمراہ مفتی محمد عبداللہ صاحب (مسجد کوثر، امر پورہ راولپنڈی) مولوی ناصر صاحب اور بندہ محمد امجد ادارہ دراساتِ اسلامی بھارہ کہو مدیر ادارہ مولانا سفیر صاحب کی دعوت پر حاضر ہوئے، ادارہ کے امور پر موصوف نے حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم سے مشاورت کی

Idara Ghufran

□......منگل ۷/ شعبان حضرت اقدس نواب صاحب دامت برکاتہم ادارہ میں تشریف لائے، دارالافتاء میں حضرت بے احباب دارالافتاء اور دیگر کارکنانِ ادارہ کے لئے مختصر وعظ فرمایا اور قیمتی نصائح ارشاد فرمائے، حضرت کے ہمراہ قاری عتیق الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم (امام وخطیب کوہسار مسجد، اسلام آباد) بھی تشریف لائے تھے۔

□......منگل ۷/ شعبان ادارہ کے شعبہ حفظ، ناظرہ بنین وبنات تینوں شعبوں کا سالانہ امتحان ہوا، ممتحنین بالترتیب قاری حبیب اللہ صاحب زیدمجدہٗ (واہ کینٹ) قاری محمد ھارون صاحب زیدمجدہٗ (چک بیلی خان) اوراہلیہ مولانا عبدالسلام صاحب (ناظم التبلیغ) تھے۔

□......منگل ۱۴/ شعبان حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم عصر میں اسلام آباد حضرت نواب صاحب دامت برکاتہم کی مجلس میں تشریف لے گئے، ہمراہ مولوی ناصر صاحب تھے، اسی دن مفتی محمد یونس صاحب، مولوی طارق محمود صاحب، بندہ محمد امجد اور صوابی سے آئے ہوئے مہمان مولوی فخر عالم صاحب بھی حضرت کے ہاں عصر کی مجلس میں حاضر ہوئے، ادارہ کے احباب کی یہ حضرت سے الوداعی ملاقات تھی۔

□...... بدھ ۸/ شعبان شعبہ کتب کے امتحانات مکمل ہوئے، سب تعلیمی شعبوں میں آج ظہر سے جمعہ کی شام تک دودن کی تعطیل کا اعلان کیا گیا، کتب کے طلبہ کا دورانِ سال بعض بدنظمیوں کا سال کے اختتام پر احتساب کیا گیا اور تنبیہات جاری کی گئیں اور آئندہ ان طلبہ کے داخلہ کو اصلاح احوال ہونے کے ساتھ مشروط کیا گیا۔

□...... بدھ ۱۵/ شعبان حضرت اقدس نواب صاحب دامت برکاتہم کراچی تشریف لے گئے (بخیر روی وبازآمدی)

□......جمعرات ۱۷/ رجب بندہ امجد کا دویوم کی رخصت لے کر مانسہرہ جانا ہوا۔

□......جمعرات ۲۴/ رجب کی شام حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کے قدیم متوسلین جناب عارف صدیق، خالد صدیق صاحبان (دھمیال کیمپ) کے گھر ان کی طرف سے حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم وجملہ اہلِ ادارہ رات کے کھانے پر مدعو تھے، سب حضرات شریک ہوئے۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۹۹ ''اخبارِ عالم''﴾

پاکستان: تمام مقدمات میں ضمانت کا حکم، مولانا عبدالعزیز کی اہلیہ اور بیٹی کا رہائی کا حکم **29/ اگست:** پاکستان: آپریشن سائلنس وفاق المدارس کی درخواست ،سیکرٹری دفاع داخلہ وکیبنٹ ڈویژن کو نوٹس جاری پاکستان: مولانا عبدالعزیز کی اہلیہ ام حسان ،اور خالد خواجہ رہا، طالبات کی عدالت کے باہر نعرے بازی **30/ اگست:** پاکستان: آئین کا مکمل نفاذ خوشحال اور ترقی یافتہ پاکستان کے لئے ناگزیر ہے، چیف جسٹس چیرمین واپڈا مستعفی، نئے چیئرمین کا تقرر چندروز تک متوقع **31/ اگست:** پاکستان: ازخود نوٹس سپریم کورٹ کا آئینی اختیار ہے، عدلیہ آئین وقانون کی بالا دستی کے لئے کام جاری رکھے گی، چیف جسٹس افتخار پاکستان: جنوبی وزیرستان سے 125 فوجی لاپتہ، یرغمال بنا کر قید خانوں میں بھیج دیا مقامی طالبان کا دعویٰ،

اخبارِ عالم

ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

یکم/اگست 2007ء بمطابق،16 رجب المرجب 1428ھ: پاکستان: امریکی بل سے سٹریٹجک پارٹنر شپ (Stratigic Partner-ship) متاثر ہوسکتی ہے، صدر پرویز مشرف ۔ پاکستان: میران شاہ سیکورٹی فورسز (Security Forces) سے جھڑپ 18 عسکریت پسند جاں بحق، بنوں میں 4 ایف سی اہلکار کا اغواء **2/اگست**: پاکستان: ڈپٹی اٹارنی جنرلز (Deputy Atorney Generals) راجہ محمد ارشاد اور ناہیدہ محبوب سبکدوش، ملک قیوم نئے اٹارنی جنرل (Atorney General) مقرر ۔ پاکستان: ووٹرز کے لئے شناختی کارڈ کی پابندی ختم کرنے کا فیصلہ، رولز میں تبدیلی کے لئے سمری پارلیمانی امور و قانون کو بھجوادی گئی **3/اگست**: واشنگٹن: امریکہ پر حملے کی صورت میں مکہ اور مدینہ پر حملہ کر دینا چاہیے، امریکی صدارتی امیدوار **4/اگست**: پاکستان: بغاوت کیس جاوید ہاشمی کی سزا معطل، ضمانت پر رہائی کا حکم ۔ پاکستان: 14 اگست و شبِ برات پر وفاقی دارالحکومت میں آتش بازی پر پابندی **5/اگست**: پاکستان: شمالی وزیرستان کرم ایجنسی جھڑپ خودکش حملہ 4 اہلکاروں سمیت 23 جاں بحق ۔ پاکستان: وفاق المدارس نے لال مسجد اور جامعہ حفصہ آپریشن کے خلاف سپریم کورٹ میں رٹ کر دی **6/اگست**: پاکستان: رات گئے باغی کا قافلہ پنڈی پہنچ گیا، والہانہ استقبال حکومت سے آج اسمبلی میں بات ہوگی، جاوید ہاشمی ۔ راولپنڈی: ناکارہ اور کار آمد سینکڑوں راکٹ مارٹر گولے، گرنیڈ اور وار ہیڈ میزائل برآمد، لیاقت روڈ پر ہوٹل میں دھماکہ ایک جاں بحق ایک زخمی **7/اگست**: امریکہ: ہائی ویلیو ٹارگٹ کو نشانہ بنانے کے لئے کچھ بھی کر سکتے ہیں، القاعدہ کے خلاف پاکستان کے ساتھ مل کر کارروائی کریں گے، امریکہ ۔ گھروں میں پرائیویٹ پریکٹس کے لئے کلینک کی اجازت نہیں ہونی چاہیے، سپریم کورٹ **8/اگست**: پاکستان: امریکی امداد پر تھوک دینا چاہئے، طالبان کو تسلیم کیا جائے، نئی خارجہ پالیسی مرتب کی جائے، حکومتی و اپوزیشن اراکین کی قومی اسمبلی کا مطالبہ ۔ شمالی وزیرستان فوج کی کارروائی 10 عسکریت پسند جاں بحق، کوہاٹ میں فائرنگ ایف سی اہلکار مارا گیا **9/اگست**: پاکستان: سندھ ہائی کورٹ میں 12 مئی کے واقعات کی سماعت، وفاقی اور صوبائی حکومت کو 20 اگست کے لئے نوٹس ۔ پاک افغان، جرگہ آج کابل میں پیش ہوگا صدر مشرف شرکت نہیں کریں گے **10/اگست**: پاکستان: پاکستانی شہری کو ملک میں داخل ہونے سے نہیں روکا جاسکتا، چیف جسٹس ۔ یوم آزادی ممکنہ دہشتگردی کے پیش نظر سیکورٹی ہائی الرٹ **11/اگست**: پاکستان: ووٹوں کا اندراج 30 دن میں مکمل کیا جائے، انتخابات مؤخر نہیں کرنے دیں گے، چیف جسٹس ۔ لال مسجد آپریشن سپریم کورٹ نے لاپتہ افراد کی رپورٹ کے لئے 17 اگست تک مہلت دے دی **12/اگست**: پاکستان: سندھ میں تیسرے روز بھی بارش جاری مرنے

والوں کی تعداد46 سے تجاوز کرگئی ✍ **13 /اگست**: افغانستان: طالبان سے مذاکرات کے لئے منی جرگہ تشکیل ،پاک افغان ایک دوسرے کے سرحدی علاقوں میں مداخلت نہ کریں گے، نہ بیان بازی، لویہ جرگے کامشترکہ اعلامیہ ✍ طالبان کا اتحادی قافلے پر بم حملہ 10 امریکی ایک برطانوی فوجی ہلاک ✍ **14 /اگست**: پاکستان: جنوبی وزیرستان سیکورٹی فورسز کی کارروائی، سوات میں دھماکہ، 21 جاں بحق9 زخمی ✍ کوہستان آسمانی بجلی گرنے اور سیلابی ریلے سے 13 جاں بحق، 160 خاندان بے گھر ہو گئے ✍ **15 /اگست**: عراق: مجاہدین نے ہیلی کاپٹر مار گرایا،4 خودکش دھماکے 9امریکیوں سمیت 194 ہلاک ✍ 60واں یوم آزادی جوش وجذبے سے منایا گیا، ملک کے چپے چپے کا دفاع کرنے کے عزم کی تجدید ✍ **16 /اگست**: پاکستان: فیض آباد میں واقع السخاوت ہوٹل میں گیس لیکج (Gas Lekage) سے خوفناک دھماکہ 2 جاں بحق8 زخمی ✍ ونی کیس، جرگہ فیصلہ میں ملوث پیپلز پارٹی کے رہنما امیر ہزار خان بجارانی کی گرفتاری کا حکم دیگر افراد کی گرفتاری کے لئے 3 ستمبر تک کی مہلت ✍ **17 /اگست**: پاکستان: وزیرستان فورسز پر حملے جوابی کارروائی، 5 سیکورٹی اہلکار 12 عسکریت جاں بحق ✍ **18 /اگست**: پاکستان: اقتصادی رابطہ کمیٹی کا اجلاس، رمضان پیکج کی منظوری، گندم کی بڑھتی قیمتوں پر تشویش کا اظہار ✍ **19 /اگست**: پاکستان: مشتبہ ٹھکانوں پر ہیلی کاپٹروں کے حملے جنوبی وزیرستان میں بھی مقامی طالبان نے امن معاہدہ ختم کردیا میرانشاہ میں خودکش حملہ 5 اہلکار جاں بحق ✍ **20 /اگست**: پاکستان: کشکول نہ ٹوٹ سکا ،پاکستان کے غیر ملکی قرضے40 ارب ڈالر تک جا پہنچے ✍ **21 /اگست**: پاکستان: لاپتہ شخص لاؤ ورنہ جیل جاؤ گے، سپریم کورٹ کی ڈی جی ایف آئی اے کو آج (21 اگست) تک مہلت ✍ **22 /اگست**: پاکستان: عبدالباسط رہا، عمران فوجی حراست سے پولیس کے حوالے، ڈی جی ایف آئی اے کی گرفتاری ٹل گئی ✍ پاکستان: یہود ونصاری کبھی ہمارے خیر خواہ نہیں، امریکی دوستی دشمنی سے زیادہ خطرناک ہے، حکومت واپوزیشن ✍ **23 /اگست**: پاکستان: عراق: مجاہدین کے حملے میں ہیلی کاپٹر تباہ 14 امریکی فوجی ہلاک پولیس ہیڈکوارٹر پر خودکش ٹرک بم دھماکہ 26 افراد ہلاک ✍ پاکستان: وفاقی کابینہ نے رمضان پیکج کی منظوری دے دی یوٹیلٹی سٹورز پر اشیائے خوردونوش کی قیمتوں میں 15 فیصد تک کمی کا اعلان ✍ **24 /اگست**: پاکستان: سپریم کورٹ کا تاریخی فیصلہ شریف برادران کو واپسی کی اجازت وفاقی وصوبائی حکومتوں کو رکاوٹ نہ ڈالنے کا حکم ✍ **25 /اگست**: پاکستان: عدلیہ کے خلاف قابل اعتراض زبان کا استعمال سپریم کورٹ کا شیر افگن کو توہین عدالت کا نوٹس 2 ہفتوں میں وضاحت طلب ✍ **26 /اگست**: بھارتی حیدر آباد میں یکے بعد دیگرے 3 بم دھماکے، 45 ہلاک 60 زخمی پاکستان ملوث ہے بھارت کا الزام ✍ **27 /اگست**: پاکستان: اتحادی افواج کا قبائلی علاقے میں طالبان ٹھکانے تباہ کرنے کا دعویٰ پاک فوج کی تردید ✍ **28 /اگست**: پاکستان: این پی ٹی پر یکطرفہ دستخط نہیں کریں گے، بھارت بم دھماکوں کا الزام لگانے سے قبل تحقیقات کرے، پاکستان

﴿بقیہ صفحہ ۹۷ پرملاحظہ فرمائیں﴾

Chain of Useful Islamic Information

By Mufti Muhammad Rizwan - Translated by Abrar Hussain Satti

Is It Possible To Stop The Natural Disaster

The whole world commonly and our dear country Pakistan particularly is in the natural disasters and sudden sufferings since previous few years.

The influence of one suffer not reduces after that the greater suffer or misery have to faced. The whole country has faced the destroying earthquake, which came almost two years ago in Azad Jammu and Kashmir and in some other areas.

Yet the wounds of this great incident were not fulfilled while other misery and disaster were there in shape of heavy rains and snow falling in the lofty areas of our country, in the winter of on going year, which made the life system abandoned. With the record snow falling many lives were lost, and with the glacier so many areas were disturbed. After that in the beginning of summer several areas of the country have to face continue dryness and deficiency of water.

(Why these disasters come and what factors make us able to the anger of Allah we'll discuss them in next pages)

Because of irregularity of season the mass of snow, which was present on the tops of hills and the melting of snow so many areas of southeast, have destroyed. The flood that came in the lofty areas so many villages and crops went away with rain.

(Why these disasters come and what factors make us able to the anger of Allah we'll discuss them in next pages)